مختار بن ابی عبید الثقفی

۱از

(ڈاکٹر خورشید احمد فارق ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

ابتدائے اسلام میں طائف کی پہاڑی بستی سے بہت سے فاتح، حکمراں اور ڈپلومیٹ پیدا ہوئے جن میں چار صف اول کے لوگ ہیں، مغیرہ بن شعبہ (متوفی سنہ ۵۰ھ) زیاد بن ربیعہ (متوفی سنہ ۵۳ھ)، مختار بن ابی عبید (متوفی سنہ ۶۷ھ) اور حجاج بن یوسف (متوفی سنہ ۹۵ھ)، مغیرہ بڑے فاتح ہی تھے ڈپلومیٹ بھی، ان کا شمار پہلی صدی ہجری کے چار سیاسی مدبروں میں کیا جاتا ہے[۱] ان سیاسی مدبروں میں زیاد بھی شامل ہے مختار اور حجاج نہیں، زیاد تدبیرِ حکومت اور سیاسی سمجھ بوجھ میں اتنا قابل تھا کہ معاویہ (متیسرے سیاسی مدبر) جیسے دانا حکمراں نے اس کو برملا اپنا سگا بھائی بنالیا گو کہ بالعموم وہ ایک غلام عبید کا لڑکا خیال کیا جاتا تھا خلافت کا مشرقی حصہ جس کا مرکز بصرہ اور کوفہ کی فوجی بستیاں تھیں اور جہاں قبائلی شورش اور نفسانی فتنوں کا بازار گرم تھا۔ محض اس کی قابلیت، معاملہ فہمی اور فراست سے نو دس برس تک استوار رہا۔ حجاج بن یوسف کی شخصیت بھی نہایت اہم ہے گو کہ بعض خاص حالات کی بنا پر اس کا نام ظالم و سفاک کے مترادف ہو گیا ہے اس میں حکومت اور تدبیر کے بڑے جوہر تھے اور جن قبائلی افتراق انگیز، فتنہ پرور اور حکومت سوز حالات میں اس نے بصرہ اور کوفہ کی قیادت سنبھالی اس میں تشدد اور انتہائی تشدد کے بغیر شاید امن قائم ہونا محال تھا یہ تینوں اپنی تدبیری لیاقت کے علاوہ گفتگو اور خطابت کے لئے بھی نہایت مشہور ہیں مغیرہ کی فصاحت اس پایہ کی تھی کہ خلفائے اول اور فوجی کمانڈروں کی طرف سے غیر عرب بادشاہوں کے درباریں سفارتی اور تبلیغی فرائض انجام دینے کے لئے ان کو چنا جاتا تھا اور

---

۱ استیعاب حاشیہ اصابہ ۳/۳۶۹

زیاد کی دل موہ لینے والی معجز بیانی کے نمونے تو ادب کی بہت سی کتابوں میں موجود ہیں حجاج کا شمار بھی چوٹی کے مقرروں میں ہوتا ہے اس کی تقریروں میں سنگلاخ کی سی سختی اور طوفان و گرج کا سا جلال تھا یہ دونوں یعنی زیاد اور حجاج محض اپنی ذاتی قابلیت کی بنا پر چمکے۔ زیاد کی ماں تو یقیناً باندی تھی اور باپ بھی بقول اکثر غلام تھا اور حجاج کا باپ طائف میں بچے پڑھاتا تھا، ان میں سے کسی کے پاس نہ خاندانی عظمت تھی نہ دنیاوی وجاہت جو عربوں کی نظر میں حکومت و اقتدار کے لوازمِ اولین تھے۔

پہلی صدی ہجری میں بہت سے حکمراں مقرر اور مدبر ہم کو ملتے ہیں لیکن مغیرہ، زیاد، حجاج اور مختار (جو حجاج کا ہم زلف بھی تھا) میں سے ہر ایک اپنے سیاسی کردار اور اپنے تدبیری اجتہاد میں خاص اپج اور اچھوتے پن کے ساتھ ہمارے سامنے آتا ہے یہ اپج یہ اچھوتا پن ایک اعتبار سے مختار میں سب سے زیادہ نمایاں ہے اس کا سیاسی کردار اور تدبیری اجتہاد تاریخ عرب یا پہلی صدی ہجری کی سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی کشمکش میں ایک مخصوص حیثیت رکھتے ہیں، وہ ہمارے سامنے نہ صرف یہ کہ ایک روشن خیال حکمراں، ولولہ انگیز مقرر، پختہ کار ڈپلومیٹ کی حیثیت سے آتا ہے بلکہ ماہرِ نفسیات النسانی، مذہبی بہروپیے اور اہل بیت کی ایک خاص تحریک یعنی فرقۂ کیسانیہ کے علمبردار کی حیثیت سے بھی وہ اپنے تینوں ہمعصروں کی طرح نہایت بلند حوصلہ ہے قصرِ امارت کی شان و شوکت، منبروں کی حکومت اور فوجوں کی قیادت چاہتا ہے اس نے تیرہ برس کی عمر سے (وہ ۱ھ میں پیدا ہوا) ساٹھ سال کی عمر تک متعدد خلفاء گورنروں اور فوجی افسروں کے ساتھ یا قریب رہ کر ان کے طور طریق، اور شخصی و سیاسی طرز عمل کا مطالعہ کیا تھا، مکہ اور مدینہ سے اس کا گہرا ربط تھا اور کوفہ میں تو اس نے مستقل اقامت اختیار کر لی تھی جو ۳۶ھ سے ۴۰ھ تک حضرت علیؓ کی متزلزل خلافت کا پایۂ تخت تھا ایک طرف کوفہ شیعوں اور اہل بیت کے حامیوں کا سب سے بڑا گڑھ تھا دوسری طرف حجاز کے بہت سے قبیلوں کا فوجی اڈہ جہاں وہ ایران کی ابتدائی لڑائیاں جیت کر فتح کے نشہ میں سرشار ۱۷ء میں مستقل طور پر آباد ہو گئے تھے اور جہاں

کنیزوں سے بے قید تمتع نے ان کی آبادی بہت بڑھا دی تھی۔

مختار کے دل کی امنگ پینسٹھ سال کی عمر تک پوری نہ ہوسکی کوفہ کے فتنہ پرور قبائلی ماحول میں اس سے پہلے کبھی اس کے نخلِ آرزو کو بار آور ہونے کا موقعہ نہ ملا لیکن وہ خاموش و چوکنا حالات کے دھارے کا گہرا مطالعہ کرتا اور وہ بنیادیں استوار کرتا رہا جن پر موقع ملنے کی صورت میں اس کو اپنی حکومت اور پالیسی کی عمارت اٹھانا تھی۔ آخرکار سنہ ۶۱ھ کے بعد اس کو یہ موقع ملا جیسا کہ ہم دیکھیں گے حضرت حسینؓ کے قتلِ کربلا کے بعد کوفہ میں ایسا ماحول پیدا ہوگیا جس میں وہ اپنے ابھرنے کی طوفانی خواہشوں کو پروان چڑھا سکا سنہ ۶۵ھ میں وہ قصرِ امارت کا مالک تھا ممبروں کی حکومت اس کے ہاتھوں میں تھی، فوجوں کی کمان اعلیٰ کا اختیارِ مطلق اس کو حاصل تھا ایک بڑی حکومت عراق ایران کے صوبوں پر مشتمل اس کے زیرنگیں تھی جس پالیسی پر عمل کر کے اس نے قوت و اقتدار حاصل کیا اس کی بنیادیں تین موٹے موٹے اصولوں پر قائم تھیں (۱) اہل بیت کی حمایت اور ان کے قتل کا انتقام جس کی پرزور تحریک ان دنوں کوفہ میں چلی ہوئی تھی جیسا کہ ہم آگے دیکھیں گے۔

(۲) مَوالی یعنی آزاد کردہ غلاموں اور غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک جو عربوں کے سیاسی و اجتماعی استبداد کے پنجے میں بری طرح دبے ہوئے تھے اور عربوں کی بجائے جو نہایت ناقابل اعتماد تھے موالی اور غلاموں پر اعتماد۔

(۳) مذہبی بہروپ یعنی عربوں اور بالخصوص موالی اور غلاموں کی مذہبی عقیدت حاصل کرنے اور ان کے دل میں اس تقدس اور معصومیت کا احساس پیدا کرنے کے لئے جو نبی، کاہن یا مافوق الانسان ہستی کے تصور سے پیدا ہوتا ہے وہ (مختار) خاص خاص موقعوں پر کاہنوں کی پرجلال مسجع گفتگو یا قرآنی آیات کی سی الہامی زبان استعمال کرتا اور اپنے طرزِ عمل سے ظاہر کرتا کہ اس کو غیب کی باتیں وحی یا کسی دوسرے طریقہ سے معلوم ہو جاتی ہیں نیز یہ کہ اس کی حیثیت ایک مامور معصوم یا روحانی لیڈر کی سی ہے۔ غیر عرب خاص طور پر جو سریع الاعتقاد ہوتے اور جو عربوں کو

مذہبی، اعتبار سے اپنا مربّی سمجھتے اور ان کی مذہبی تعبیر کے سامنے سر جھکا دیتے، مختار کے اس بہروپ سے بہت مرعوب ہوئے اور اس کی اطاعت کے لئے ہر موقع پر جب کہ دوسرے آقاؤں کے احکام نظر انداز ہو جاتے تیار رہتے تھے اس حربہ سے مختار نے بڑے بڑے کام نکالے جیسا کہ ان کی تفصیلات کے وقت ہم دیکھیں گے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا مختار طائف کا باشندہ تھا پہلی بار اس سے ہماری ملاقات ۱۳ھ میں اس کے باپ ابو عبیدہ کے ساتھ ہوتی ہے حضرت عمرؓ نے ابو عبید کو پانچ ہزار فوج کے ساتھ حیرہ کے راستہ سے عراق کے ایرانی علاقہ (سواد) پر حملہ کرنے ۱۳ھ میں روانہ کیا تھا۔ مختار اس کے ساتھ تھا اس کی عمر تیرہ برس کی تھی ابو عبید جنگ میں کام آیا[1] یہ تصریح بلاذری نے انساب الاشراف میں کی ہے لیکن ابن سعد نے واقدی کی سند سے لکھا ہے کہ ابو عبید نے روانہ ہوتے وقت اپنے بچوں کو مدینہ چھوڑ دیا تھا اس کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے لڑکے عبید اللہ نے اس کی لڑکی صفیہ سے شادی کر لی اور مختار مدینہ میں مقیم ہو گیا ان کی ہمدردیاں اور تعلقات اہل بیت کے ساتھ تھیں۔ پھر ۳۵ھ میں جب حضرت علی مدینہ سے کوفہ روانہ ہوئے تو یہ ان کے ساتھ تھا اور کوفہ میں مقیم ہوا بصرہ کی جنگ جمل ۳۶ھ سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ کوفہ آئے اور اس کو اپنا پایۂ تخت بنایا اور مختار کے چچا سعد بن مسعود کو عراق کے مشہور شہر مدائن کا گورنر مقرر کیا[2] مختار غالباً اس کے ساتھ رہنے لگا یا کوفہ سے اس کے پاس آیا جایا کرتا تھا ایک دفعہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا: سعد نے غالباً محصول کا روپیہ مختار کی معرفت مدائن سے حضرت علیؓ کے پاس بھیجا، روپیہ پیش کرنے کے بعد اس نے ایک تھیلی نکالی جس میں پندرہ درہم تھے اور حضرت علیؓ سے بولا "یہ رنڈیوں کے مختانہ میں سے ہے"۔ حضرت علی نے ترش رو ہو کر کہا: "تیرا برا ہو میرا رنڈیوں سے کیا تعلق؟" پھر جب وہ سلام کر کے لوٹنے لگا تو حضرت علی نے ان الفاظ میں اس کے راز دل کی نقاب کشائی کی: خدا اس کو غارت کرے، اس کا دل اگر نکال کر دیکھا جائے تو لات اور عزّی کی

---

[1] انساب الاشراف ۵/۲۱۴ و اخبار الطوال ص ۱۱۲ طبری ۶/۸۸

محبت سے پر ہوگا۔[1]

اس کے بعد مختار سے ہماری ملاقات سنہ۴۰ھ میں حضرت علیؓ کے قتل کے بعد ہوتی ہے کوفہ کے عرب قبائلی سردار جنگ صفین (۳۷ھ) کے بعد سے برابر ان کی نافرمانی کرتے رہے، زبانی اور اصولی طور پر ان کی اطاعت کا اعتراف کرتے لیکن جب ان کو معاویہ وغیرہ سے لڑنے کی ترغیب دی جاتی تو کترا جاتے اور بہانے بنا کر پیچھا چھڑا لیتے تین سال تک حضرت علیؓ جنگ جنگ پکارتے رہے، بڑی بڑی دھواں دھار تقریروں میں کوفہ کی جامع مسجد سے ان کو ڈانٹتے، اپنی خاندانی، علمی وجاہت کا پُرزور اعلان کرتے، ان کو بہلاتے، ڈراتے، اُبھارتے اور لالچ دلاتے لیکن سب بے سود، اس کی خاص وجہ جیسا کہ مدائنی[2] نے تصریح کی ہے یہ تھی کہ حضرت علیؓ موالی اور غلاموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے اور ان کو مال غنیمت میں سے وظیفے اور عطیے دیتے تھے یہ بات عربوں کو سخت ناگوار تھی غیر عرب ان کے نزدیک خود مال غنیمت تھے، اسلام یا آزادی کے بعد بھی وہ عربوں کے برابر نہیں ہو سکتے تھے، مال غنیمت یا محاصلِ حکومت میں غیر عربوں کی شرکت ان کے لئے ناقابل برداشت تھی غیر عرب ان کی تمتع اور خدمت کی چیز تھے، ان کے خیال میں غیر عربوں کو وہ حقوق نہیں مل سکتے تھے جو ایک فاتح اور حکمراں قوم کا حقِ خاص ہیں۔ حضرت علیؓ کے بعد ان کے لڑکے حضرت حسنؓ کو ان بے وفا لوگوں نے خلیفہ بنایا اور کچھ عرصہ بعد معاویہ سے لڑنے کو مدائن کی طرف روانہ ہوئے یہاں مختار اور اس کا چچا سعد ہم کو ملتے ہیں، سعد مدائن کا گورنر تھا۔ دونوں فوجوں کے ملتے ہی حسنؓ کی فوج کا بیشتر حصہ جو کوفہ کے ان قبائلی سرداروں اور ان کے ماتحت قبیلوں پر مشتمل تھا جنہوں نے حضرت علیؓ سے بے وفائی کی تھی بھاگ کھڑا ہوا ایک گروہ دشمن سے مل گیا ایک نے حسن کا خیمہ لوٹ لیا جس میں خزانہ اور اسلحہ تھا اور ان پر جارحانہ وار کر کے منتشر ہو گیا اس نازک موقعے پر مختار اپنے چچا سعد کو مشورہ دیتا ہے کہ حضرت حسن کو معاویہ کے سپرد کر کے تقربِ شاہی حاصل کیا جائے۔ سعد کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی،[3] اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے بلاذری

---

[1] اصابہ ۵۱۸/۳ و استیعاب حاشیہ اصابہ ۵۳۶/۳ [2] شرح نہج البلاغۃ ابن ابی الحدید [3] طبری ۹۲/۶

مصنف انساب الاشراف (۵/۲۱۲) کہتا ہے کہ بعض شیعوں کو جب مختار کے اس مشورہ کا پتہ چلا تو انھوں نے اس کو قتل کرنا چاہا لیکن سعد نے حضرت حسن سے سفارش کر کے اس کو بچا لیا۔ مختار کی اس حرکت کی وجہ سے عام شیعہ اس کو عثمانی یعنی اہل بیت کا دشمن اور بنو اُمیہ کا حامی خیال کرنے لگے تھے۔

بیس سال کا عرصہ اور گذر جاتا ہے۔ سنہ ۴۰ھ سے سنہ ۶۰ھ تک معاویہ اپنی فراخ دستی اور کشادہ دلی کی بدولت کامیابی کے ساتھ حکومت کرتے رہے حضرت حسن نے مذکورہ سانحہ کے بعد ان سے صلح کر لی تھی جس کی ایک دفعہ کے ماتحت وہ کوفہ کا سارا خزانہ لے کر اور صوبہ اہواز کا خراج نامزد کرا کے مدینہ روانہ ہو گئے اور معاویہ کی زندگی بھر خلافت سے دست بردار رہنے کا خط لکھ دیا ۵۱ھ میں ان کی ایک بیوی نے زہر دے کر ان کا خاتمہ کیا[1]۔ اور سنہ ۶۰ھ میں معاویہ نے وفات پائی ان کے انتقال کے بعد کوفہ کے شیعوں میں حضرت حسینؓ کو خلیفہ بنانے کی پرزور تحریک شروع ہوئی اس تحریک کے محرک وہ بڑے بڑے قبائلی سردار تھے جن کو حضرت علیؓ سے تقرب حاصل تھا اور درباری اقتدار سے مشرف تھے حضرت علی کے بعد ان کا تقرب و اقتدار جاتا رہا تھا، حضرت حسن کی صلح پر یہ لوگ بہت برہم ہوئے تھے اور ان کو خلافت کے لئے جدوجہد کرنے پر اکساتے رہتے لیکن حسن کچھ تو ان کی سابقہ بے وفائی کے سبب اور کچھ ایک گرانقدر منشن کے پیش نظر ان کی ترغیبات کو برابر مسترد کرتے رہتے تھے ان کی وفات کے بعد یہ سردار حضرت حسینؓ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے خفیہ وفد آ کر حضرت حسین سے اپنی وفاداری اور محبت اہل بیت کے پرانے راگ گانے لگے پہلے سے بہت زیادہ گرمجوشی اور اظہار ندامت کے ساتھ لیکن چونکہ ایک طرف معاویہ بہت چوکنا رہتے اور مدینہ کی سی آئی ڈی کی معرفت حسین کے حالات معلوم کرتے رہتے اور دوسری طرف خود حسین کو شیعوں کے پچھلے طرز عمل کی بنا پر ان سے اخلاص و وفا کی امید نہ تھی وہ ٹالتے رہے اور یہ واقعہ ہے کہ قبائلی سرداروں کی اس تحریک کے پیچھے ذاتی عظمت اور دنیاوی اقتدار کا جذبہ کارفرما تھا جو۔۔

---

[1] مروج الذہب [2] اخبار الطوال ص۲۳۳

عظمت و اقتدار حضرت علیؓ کے عہد میں ان کو حاصل تھا اور جس سے بنو امیہ کی حکومت میں وہ محروم ہو گئے تھے اس کی ایک برجستہ مثال ہم کو ان کے سرگروہ حُجر بن عَدی کے طرز عمل میں ملتی ہے، حضرت علی کے عہد میں حُجر کو قبیلۂ کندہ کی سیادت اور دوسرے اعزاز حاصل تھے اس سیادت اور اعزاز سے محروم ہو کر وہ اور ان کی پارٹی کوفہ میں شورش برپا کرنیکے درپے ہو گئے، ایک دن کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ (۴۱ھ تا ۴۹ھ یا ۵۰ھ) جمعہ کے دن منبر پر تقریر کر رہے تھے تو حجر نے ان پر کنکریاں پھینکیں مغیرہ فوراً اتر کر قصر امارت پہنچے اور پانچ ہزار درہم کا عطیہ حجر کی تالیفِ قلب کے لئے بھیج دیا حجر مطمئن ہو گیا مغیرہ کے کسی مشیر نے ان کو کمزوری کا طعنہ دیا تو انھوں نے کہا میں نے اس روپیہ سے حُجر کو قتل کر دیا ہے[1]۔

حضرت معاویہ کا لڑکا یزید ۶۰ھ میں خلیفہ ہوا۔ شیعی پھر حرکت میں آئے اور ہر بار سے زیادہ شدت اور جوش کے ساتھ، حُجر اپنی باغیانہ سرگرمیوں کی بدولت زیاد کے زمانہ میں قتل ہو چکا تھا اس کی لیڈری سلیمان بن صُرد کے ہاتھ میں آئی۔ یہ بھی ایک قبائلی سردار تھا سلیمان کی قیادت میں سارے شیعے سر جوڑ کر بیٹھے اور حضرت حسین کو کوفہ بلا کر خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ پے در پے وفد کوفہ کے شیعہ سرداروں کے خطوط اور وفاداری کے عہدنامہ لے کر مدینہ آئے اور اس قسم کے خطوں کی اتنی بھرمار ہوئی کہ بقول مصنف اخبار الطوال حضرت حسین کے دو تھیلے ان سے بھر گئے۔ حسینؓ نے بھی موقع سازگار دیکھا اور یزید کی بیعت کو ٹالنے لگے ان خطوط کے جواب میں انھوں نے شیعہ سرداروں کو لکھا کہ میں اپنا ایک نمائندہ تحقیق حال کے لئے بھیجتا ہوں اگر اس نے تمہارے خلوص اور عزم کی تائید کی تو میں بہت جلد پہنچوں گا[2]۔ یہ نمائندہ حضرت حسین کے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل تھے شیعوں کی اس کارروائی کی خبر یزید کو ہو گئی اس نے فوراً عبیداللہ بن زیاد کو جو اس وقت بصرہ کا گورنر تھا اور سرکش عربوں کو قابو میں رکھنے کی بڑی صلاحیت رکھتا تھا کوفہ کی گورنری پر مامور کیا اور کوفہ کے موجودہ گورنر نعمان بن بشیر انصاری کو جنہوں نے باغیانہ شورش کو بلا تعرض پھلنے پھولنے دیا تھا معزول کر دیا۔

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۳۶ [2] اخبار الطوال ص ۲۴۴

عبیداللہ نے کوفہ آکر بڑی مسجد میں یہ تقریر کی! امیرالمومنین (یزید) نے مجھ کو تمہارے شہر کا حاکم مقرر کیا ہے، مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا خراج تم ہی پر خرچ کروں مظلوموں کے ساتھ انصاف اور فرمانبرداروں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤں اور نافرمانوں اور مشتبہ لوگوں کے ساتھ سختی برتوں میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا میں فرمانبرداروں کے حق میں مشفق اور مخالفت کرنے والوں کے لئے زہرِ قاتل ثابت ہوں گا[1]۔

کوفہ پہنچ کر مسلم بن عقیل مختار کے گھر فروکش ہوئے۔ ذوالحجہ سنہ ۶۰ھ[2] مختار نے ان کی بڑی آؤ بھگت کی اور ان کی دعوت کو لبیک کہا۔ اس واقعہ نے اس کے سر سے عثمانی ہونے کا الزام دور کر دیا ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ سنہ ۴۰ھ میں اس نے اپنے چچا سعد کو مشورہ دیا تھا کہ حضرت حسن کو معاویہ کے سپرد کر دیا جائے اب اس کا شمار اہل بیت کے حامیوں اور جاں نثاروں میں ہونے لگا، عبیداللہ کی تقریر کا اثر ہوا اور بہت سے لوگ جو اس کے آنے سے پہلے فتنہ کے لئے آمادہ تھے متزلزل ہو گئے۔ مسلم مختار کے گھر سے مصلحتاً ایک بارسوخ قبائلی سردار ہانی بن عروہ کے گھر روپوش ہو کر حضرت حسینؓ کے لئے خاموشی سے بیعت لینے لگے چند ہی دن میں بارہ ہزار افراد نے حلف وفاداری کے ساتھ بیعت کر لی، عبیداللہ نے جاسوسوں کے ذریعہ مسلم کی پناہ گاہ معلوم کرالی اور ہانی کو بلا کر برملا قتل کرادیا۔ اب مسلم کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ یا تو خود کو گورنر کے حوالہ کر دیں یا مقابلہ کریں انھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ قصرِ امارت کا محاصرہ کر لیا رات کو قلعہ کی فصیل سے شہر کے ان سرداروں نے جو بنو امیہ کے حامی تھے اور اس وقت گورنر کے ساتھ قلعہ میں موجود جوشیلی تقریریں کیں محاصرین کو دھمکایا اور شاہ کی افواج سے جن کی خون آشام تلوار کا جنگ صفین (سنہ ۳۷ھ) میں وہ خوب تجربہ کر چکے تھے ڈرایا اور فتنہ پردازی سے باز رہنے کی اپیلیں کیں[3]۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب رات ہوئی تو مسلم کے سارے ساتھی فرار ہو گئے حتیٰ کہ ان کے ساتھ ایک سپاہی بھی باقی نہ رہا دوسرے دن مسلم کو ایک شیعی کے گھر سے جس نے آکر خود مخبری کی تھی گرفتار کر لیا گیا۔

۱؎ اخبار الطوال ص ۲۳۱ ۲؎ العبر ۳/۲۲ ۳؎ اخبار الطوال ص ۲۸۲

قتل ہونے سے پہلے انھوں نے ایک معتمد سے وصیت کرتے ہوئے کہا: حسین سے کہلا بھیجو کہ اٹھارہ ہزار آدمیوں نے جو اہل بیت کی جاں نثاری کی مدعی تھے مجھ سے بیعت کر کے غداری کی اور مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا نیز یہ کہ وہ مکہ لوٹ جائیں اور اہل کوفہ کے دھوکہ میں نہ آئیں۔" اس سے پہلے مسلم حضرت حسینؓ کو لکھ چکے تھے کہ کوفہ کی ساری آبادی ان کی طرفدار ہے اور اٹھارہ ہزار نے بیعت کر لی ہے حضرت حسینؓ کی روانگی کا جب وقت آیا تو عبداللہ بن عباس نے ان کو روکا اور اہل کوفہ کی وہ غداری یاد دلائی جس سے وہ حضرت علیؓ اور حسنؓ کے ساتھ پیش آئے تھے پھر عبداللہ بن الزبیر نے جو حصولِ خلافت کے لئے خاموشی سے زمین تیار کر رہے تھے ان کو کوفہ جانے سے روکا لیکن وہ نہ مانے، چلتے وقت ایک بار پھر عبداللہ ابن عباس نے حسین کو سمجھایا وہ پھر بھی نہ مانے ابن عباس کا آخری مشورہ یہ تھا اگر بغیر جائے تم نہیں مانتے تو بچوں اور عورتوں کو ساتھ نہ لے جاؤ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے تم قتل ہو گے جس طرح ابن عفان (عثمان) قتل ہوئے تھے اور ان کے بچے سامنے تھے۔[1]

حضرت حسین مکہ کے اموی گورنر کی پولیس سے مڈبھیڑ کرتے ہوئے کوفہ کے راستہ سے نکل کھڑے ہوئے ان کے ساتھ ستر سے اوپر لوگ تھے جو ان کے غلاموں، کنیزوں، موالی اور خاندانی افراد پر مشتمل تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی (متوفی ۸۱ھ) ابن حنفیہ نے جانے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ اس مہم کی کامیابی کی طرف سے متشکک تھے راستہ میں کئی جگہ ان کو کوفہ سے آنے والے لوگ ملے جنہوں نے لوٹ جانے کا مشورہ دیا ان کو کوفہ کی حالت سے آگاہ کیا پھر ان کو مسلم کے قتل اور ان کی وصیت کی تفصیلات ملیں لیکن ان کے قدم پیچھے نہ مڑے راستہ میں بہت سے عرب بدو ان کے ساتھ ہو گئے تھے جب ان کو حقائق امور کا علم ہوا تو بچھڑ گئے، عبیداللہ نے کوفہ آنے والے راستوں کے مورچوں پر پہرہ لگا دیا تھا اور حضرت حسین کو گرفتار کر کے لانے کے لئے فوجیں مامور کر دی تھیں۔ کوفہ کی ساری مردم آبادی یا تو ان کے

---

[1] اخبار الطوال ص۲۵۷

مقابلہ کے لئے نکل گئی تھی یا گورنر کے کیمپ میں حکم کی منتظر تھی۔[1]

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ مسلم مختار کے گھر آکر ٹھہرے تھے مختار نے ان کی بڑی آؤبھگت کی ان کی دعوت پر لبیک کہا، سچے دل سے ان کی تحریک کو کامیاب بنانے کا مشورہ دیا اور اپنے زیر اثر لوگوں کو اس کا سپاہی بنا کر مسلم کے ہاتھ پر حضرت حسینؑ کے لئے بیعت کرا دی۔[2] پھر وہ اپنے غلاموں اور موالی کی ایک جمعیت لئے اور اس دعوت کی تبلیغ کرنے اپنی جاگیر چلا گیا جو کوفہ سے باہر تھی اس کے جانے کے بعد مسلم ہانی کے گھر منتقل ہو گئے مسلم کے عبیداللہ سے آمادۂ پیکار ہونے کی خبر اس کو دوپہر کے وقت ملی اور وہ فوراً اپنے موالی کے ساتھ مغرب کے وقت کوفہ پہنچ گیا۔ عبیداللہ نے اہل کوفہ کو قابو میں لانے کے لئے منادی کرا دی تھی کہ جو شخص جامع مسجد میں حاضر نہ ہوگا اس کا خون حلال ہے۔ لوگ جوق جوق اہل بیت کی جاں نثاری کو جان پر قربان کئے مسجد میں جمع ہو رہے تھے مختار مسجد کے دروازہ پر دریافت حال کے لئے پہنچا تو اس کے ایک خیرخواہ نے تعجب سے پوچھا: "تم یہاں کیسے کھڑے ہو نہ لوگوں کے (وفاداران حکومت) کے ساتھ ہو نہ اپنے گھر میں ہو (یعنی باغیوں کے ساتھ) مختار نے کہا "خدا کی قسم تم نے اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ میری عقل خبط ہو گئی ہے کہ کیا کروں"۔ خیرخواہ نے کہا: خدا کی قسم مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مارے جاؤ گے اس کے بعد عبیداللہ کے ڈپٹی گورنر نے جو اہل کوفہ کو مسجد میں جمع کرنے کا منتظم تھا مختار کو پیغام بھیجا: "عقل کے ناخن لو خود کو خطرہ میں نہ ڈالو، مسلم کی پوزیشن بھروسہ کے لائق نہیں اگر تم مسجد میں حاضر ہو جاؤ گے تو میں عبیداللہ سے سفارش کر کے تم کو بچا لوں گا"۔ مختار نے خیرت

---

[1] حضرت حسین مع اکثر ساتھیوں کے شہید کر دیئے گئے۔ ان کے دونوں چھوٹے لڑکوں علی اور عمر اور حرم کی عورتوں کو یزید کے پاس دمشق بھیج دیا گیا یزید حادثہ کربلا کی خبر سن کر آبدیدہ ہو گیا اور عبیداللہ کے نمائندہ سے بولا؟ تمہارا برا ہو حسین کو قتل کئے بغیر میں تمہاری کارگذاریوں سے مطمئن ہو جاتا۔ ابن مرجانہ (عبیداللہ) پر خدا کی لعنت، قسم خدا کی اس کام کی سربراہ کاری اگر میرے ذمہ ہوتی تو ابو عبداللہ (حسین) کو معاف کر دیتا پھر بچوں اور عورتوں کو اس نے حرم میں بھیج دیا دوپہر کا کھانا علی اور عمر کے ساتھ کھاتا تھا۔ اخبار الطوال ص۲۶۲ [2] طبری ۷/۵۷ و انساب الاشراف ۵/۲۱۴ [3]

اسی میں دیکھی اور مسجد میں حاضر ہو گیا، صبح کو عبید اللہ نے ان سرداران کوفہ کو جو مسجد میں جمع ہوئے تھے سوال جواب کے لئے محل میں بلایا ان میں مختار بھی تھا اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ مختار مسلم کی مدد کے لئے موالی کی ایک جماعت لے کر آیا ہے غیظ اور طنز کے ساتھ اس نے مختار سے کہا مسلم کی مدد کے لئے تو فوجیں لے کر آیا ہے! " مختار نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ میں تو مسجد میں حاضر ہو گیا تھا اور رات وہیں گذاری عبید اللہ نے بڑے زور سے اس کے منہ پر چھڑی ماری جس سے اس کی آنکھ کا ڈھیلا الٹ گیا۔ اب ڈپٹی گورنر آگے بڑھا اور اس نے مختار کے قول کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی سفارش کی، مختار قید میں ڈال دیا گیا اور واقعۂ کربلا تک قید میں رہا۔

حضرت حسینؓ کے قتل کے بعد مختار نے اپنے چچا زاد بھائی (زائدہ بن قدامہ بن مسعود) کو عبد اللہ بن عمرؓ جن کو مختار کی بہن صفیہ بیاہی تھی)، کے پاس مدینہ بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ یزید کو لکھ کر عبید اللہ کی قید سے اس کو چھڑا لیں، یزید نے اس کی رہائی کا خط لکھ دیا، عبید اللہ نے با دل ناخواستہ تین دن کے اندر اندر کوفہ چھوڑنے کا حکم دے کر اس کو رہا کر دیا۔[۱]

تیسرے دن مختار اپنے وطن طائف کو روانہ ہو گیا دل میں حسرت، غصہ، اور ناقابل تسخیر عزم کے جذبات لئے اس کے منصوبے پختہ ہو چکے تھے اہل بیت کے لئے اس کا خلوص اور وفاداری مبرہن ہو چکی تھی۔ انھی کی خاطر وہ قید ہوا، انھی کی بدولت اس کی آنکھ گئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ اہل بیت کے حامی کی حیثیت سے وہ حکومت و اقتدار حاصل کرے گا اس کو اپنی صلاحیتوں پر پورا بھروسہ تھا۔

کوفہ سے آنے کے بعد مختار ساڑھے تین برس اپنے وطن طائف مکہ اور مدینہ میں رہا۔ وہ غالباً صفر ۶۱ھ میں گیا اور یزید کی وفات کے چھ ماہ بعد یعنی رمضان ۶۴ھ میں کوفہ لوٹا۔[۲] اس جبری اخراج کے بعد راستہ میں مکہ سے آنے والے ایک شناسائی سے اس کی ملاقات ہوئی جس نے آنکھ پھوٹنے کا سبب دریافت کیا۔ مختار نے کہا حرامزادے (عبید اللہ) نے لکڑی مار کر پھوڑ دی خدا مجھے غارت کرے اگر اس کی انگلیاں، ہاتھ اور اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دوں۔" ملاقاتی نے حیران ہو کر پوچھا

---

[۱] انساب الاشراف ۲/۱۴/۵ و طبری ۵۹/۷، [۲] طبری ۵۱/۷ و ۹۵/۷

یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ مختار نے وثوق سے کہا: میرے ان الفاظ کو یاد رکھو، ایک دن ان کی سچائی تم کو معلوم ہو جائے گی۔" پھر مختار نے اس سے ابن الزبیر کی سرگرمیاں دریافت کیں اس نے کہا ابن الزبیر خانہ کعبہ چلے گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے "اس گھر کے مالک" کے پاس پناہ لی ہے، لوگ کہتے ہیں وہ چھپ کر اپنے لئے بیعت لے رہے ہیں میرا خیال ہے جونہی ان کی قوت اور جمعیت بڑھی وہ بغاوت کر دیں گے مختار کو یہ سن کر بالکل تعجب نہیں ہوا کیونکہ وہ پہلے ہی سے ابن الزبیر کے ارادوں سے واقف تھا۔ ملاقاتی کی رپورٹ پر اس نے یہ الفاظ کہے: "یقیناً ایسا ہی ہوگا بلاشبہ عربوں میں ایک وہی جیوٹ آدمی ہیں، اگر وہ میرے مشورہ پر عمل کریں تو میں لوگوں کو ان کے جھنڈے تلے جمع کر دوں گا اگر ایسا نہ کریں گے تو خدا کی قسم میں بھی کسی عرب سے کم نہیں ہوں[1]۔ اس کے بعد حضرت علی اور حسین کے قتل کے انتقام اور ایک ہولناک فتنہ کے رونما ہونے کی پیشین گوئی کر کے حجاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ (باقی آئندہ)

---

[1] طبری ۷/۶۰

مختار بن ابو عبید الثقفی

از

(ڈاکٹر خورشید احمد فارق - ایم - اے پی - ایچ - ڈی)

طائف جاتے ہوئے مختار مکہ میں رکا اور طواف کعبہ کے موقع پر ابن الزبیر سے ملا، ابن الزبیر نے تپاک سے خیر مقدم کیا اور کوفہ کا حال پوچھا۔ مختار نے صاف بات کہہ دی کہ اہل کوفہ بظاہر بنو امیہ کے مطیع لیکن دل سے ان کے بدخواہ ہیں پھر اس نے رازداری سے ابن الزبیر سے کہا: "انتظار کیا ہے، ہاتھ لائیے میں بیعت کروں، اس کے بدلہ میں آپ مجھے خوش کر دینا (اس کا اشارہ غالباً حکومت کوفہ کی طرف تھا)، حجاز پر قبضہ کر لیجئے اہل حجاز سب آپ کے ساتھ ہیں"[1] لیکن ابن الزبیر نے اس سے یہ سودا نہ کیا۔

مختار اپنے وطن پہنچا اور ایک سال تک وہاں بہت مصروف رہا اور غالباً مکہ و مدینہ کے چکر لگائے جن میں ابن الحنفیہ اور علی بن حسین سے خاص طور پر ڈپلومیٹک ملاقاتیں کیں اور ان کے عندیہ کا سراغ لگایا۔ اس زمانہ میں وہ کاہنانہ انداز میں کہا کرتا تھا "انا مبیر الجبارین" یعنی میں ظالموں کو فنا کے گھاٹ اتار دوں گا اگلے سال مختار خانہ کعبہ کا طواف کرنے مکہ آیا تو ابن الزبیر سے جو عبادت میں بہت مشغول رہتے تھے قصداً ملاقات نہیں کی اور مسجد میں ان سے الگ نماز پڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے پاس متعدد شناسا اور معزز لوگ جمع ہو گئے، ابن الزبیر نے یہ دیکھ کر اپنے ایک مشیر سے اس کی بے رخی کی شکایت کی۔ مشیر نے ابن الزبیر کی یہ شکایت مختار سے آکر کہی تو مختار نے جواب دیا: "میں پچھلے سال ان کے پاس آیا تھا اور اپنی خدمات پیش کی تھیں مگر ان کو اپنی طرف سے منحرف پایا۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے بے نیازی برت رہے ہیں تو میں نے بھی مناسب سمجھا کہ ان کو دکھا دوں کہ میں بھی ان سے بے نیاز ہوں۔ خدا کی قسم میں ان کا اتنا محتاج نہیں جتنا وہ میرے

---

[1] طبری ۱۹۴/۷ و انساب ۲۱۰/۵

1

ہیں"۔ بہرحال اس مشیر کی معرفت رات کو مختار ابن الزبیر سے ملنے آیا اور بلا تکلف صاف صاف سمجھوتہ کی یہ شرطیں پیش کیں: "نہ زیادہ بات کرنے سے کچھ فائدہ ہے، نہ ضروری بات چھپانے سے، میں آپ کی بیعت اس شرط سے کرتا ہوں کہ آپ میرے مشورہ بغیر کوئی فیصلہ یا کام نہیں کریں گے اور سب ملاقاتیوں سے پہلے مجھ سے ملا کریں گے اور جب کامیاب ہو جائیں گے تو بہترین عہدہ مجھے دیں گے"[۱]۔ کچھ رد و کد اور سوال و جواب کے بعد ابن الزبیر نے بیعت لے لی۔

مختار اس دن سے ابن الزبیر کا دست راست ہو گیا اور یزید کی بغاوت اور اس میں عسکری کامیابی کی اسکیمیں نہایت خلوص سے مرتب کرنے لگا۔ ابن الزبیر نے یزید کی بیعت سے جب انکار کیا (۶۳ھ) تو یزید نے شام سے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ مکہ و مدینہ کے مرکزی شہروں نے ابن الزبیر کی خلافت تسلیم کر لی۔ ابن الزبیر نے بھی فوج تیار کی اور خانہ کعبہ کو ہیڈ کوارٹر قرار دیا۔ شام کی فوجوں نے مکہ اور خانۂ کعبہ کا محاصرہ کیا اور آگ و پتھر برسانے والی مشینیں قریب کی پہاڑیوں پر نصب کر دیں اور باقاعدہ مقابلہ کے لئے فوجیں بھی بھیجیں ان معرکوں میں اور بالخصوص خانۂ کعبہ کی آتش زدگی کے دن مورخین کا کہنا ہے کہ مختار بڑی تدبیر اور بہادری سے لڑا اور متعدد موقعوں پر دشمن کے چھکے چھڑا دئے۔ ابھی جنگ کا خونیں سلسلہ جاری تھا کہ چودہ ربیع الاول ۶۴ھ کو یزید کا انتقال ہوا۔ یہ خبر پا کر شام کی فوجوں نے تلواریں نیام میں رکھ لیں اور شام لوٹ گئیں۔ ابن الزبیر کی بیعت مکہ و مدینہ میں پہلے ہی ہو چکی تھی، اب بصرہ، کوفہ، جزیرہ اور شام کے اکثر علاقوں میں بھی ہو گئی اور وہ خلیفہ بن گئے انھوں نے مکہ، مدینہ، بصرہ کوفہ اور جزیرہ میں اپنے گورنر مقرر کئے پانچ ماہ تک مختار انتظار کرتا رہا لیکن ابن الزبیر نے اس کو کوئی منصب نہیں دیا[۲]۔ خلافت حاصل کر کے انھوں نے اپنے اس مشیر کے مشورہ پر عمل کیا جس نے کہا تھا: "اس وقت مختار کا دین خرید لیجئے پھر جو مرضی ہو کیجئے گا" انھوں نے ایسا ہی کیا۔ غالباً مختار نے اپنے تدبر اور عسکری مہارت سے ان کو اتنا مرعوب کر دیا تھا کہ وہ اس کو کوئی عہدہ دیتے ڈرتے تھے کہ مبادا وہ

---

[۱] انساب ۵/۲۱۶ - طبری ۶۳/۷، مروج الذہب ۱۴۴/۶ [۲] طبری ۶۱/۷

خلافت میں کوئی رخنہ ڈال دے۔ ان پانچ ماہ میں مختار حالات کا غائر مطالعہ کرتا رہا جو دن بھی کوفہ سے آتا اس سے وہاں کے حالات اور اہل کوفہ کے رجحانات دریافت کرتا جب اس کو معلوم ہوا کہ کوفہ والوں نے ابن زیاد (عبیداللہ) کے نائب گورنر عمرو بن حریث کو بغاوت کرکے نکال دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک دوسرے شخص کو گورنر بنایا ہے (عامر بن مسعود) تو اس نے فاتحانہ جوش سے کہا: "میں ابو اسحاق ہوں بس میں وہاں حکومت کر سکتا ہوں کوئی دوسرا نہیں کرسکتا"۔

ایک دن مختار مغیرہ کے ساتھ (غالباً مغیرہ کی گورنری کوفہ کے زمانہ میں) بازار سے گذر رہا تھا تو مغیرہ نے کہا: "مجھے ایک گر معلوم ہے جس کو اگر کوئی سمجھ دار آدمی استعمال کرے تو بہت سے لوگوں کا دل موہ سکتا ہے اور ان کو اپنا معاون بنا سکتا ہے بالخصوص فارسی اور غیر عرب نسل کے لوگوں کو"۔ مختار نے پوچھا: چچا وہ گر کیا ہے؟ مغیرہ نے کہا: اہل بیت کی مدد اور ان کے انتقام کی تحریک"۔ یہ بات مختار کے دل کو لگ گئی تھی۔[۱]

مختار نے کوفہ جاکر قسمت آزمانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ ابن الزبیر سے اس کو مایوسی ہوئی لیکن وہ سمجھدار اتنا تھا کہ ان سے نہ تو لڑا اور نہ ان کی مخالفت ظاہر کی۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ ابن الزبیر کی اجازت سے اہل کوفہ کو نئے خلیفہ کا حامی اور شام کے دشمن کے خلاف ان کو آمادہ جنگ کرنے گیا تھا روایت کے الفاظ یہ ہیں: "مختار نے ابن الزبیر سے کہا: "میں ایک ایسی قوم کو جانتا ہوں جن کو اگر سمجھ دار لیڈر مل جائے تو ان کے ذریعہ آپ کے واسطے ایک لشکر تیار کرسکتا ہے جس سے آپ شامیوں پر فتح پا سکتے ہیں"۔ ابن الزبیر نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں۔ مختار نے کہا: "کوفہ کے شیعہ"۔ ابن الزبیر نے کہا: وہ لیڈر تم ہی بن جاؤ۔[۲]

مختار کا رجحان جیسا کہ ہم پہلے دیکھ آئے ہیں اہل بیت کی طرف تھا اور ابن الزبیر سے مایوس ہوکر وہ کلیتہً ادھر مائل ہوگیا وہ نہ خود قرشی تھا نہ قبائلی لیڈر اس لئے اس کو عربوں سے مدد کی زیادہ امید نہ تھی اور کوفہ کے عرب تو بالکل ناقابل اعتماد ثابت ہوچکے تھے۔ حضرت علی، حسن اور حسین سے ان

---

[۱] انساب الاشراف ۲۲۳/۵ [۲] انساب ۲۷۱/۵ و مروج الذہب حاشیہ تاریخ الکامل ۱۵۳/۶

کی غداری کی ساری تاریخ اس کے سامنے تھی، یہ لوگ محض درہم و دنانیر کے بندے تھے ان کے مقابلہ میں غیر عرب تھے۔ موالی اور غلام جو اکثر فارسی تھے اور نارسیوں میں حکومت کے موروثی ہونے کا عقیدہ تھا۔ خلافت کو بھی وہ موروثی سمجھتے تھے جس کو ان کی رائے میں حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں رہنا چاہئے تھا اس کے علاوہ وہ حضرت علیؓ کے طرز عمل سے خوش رہے تھے اور اہل بیت سے ان کو اجتماعی و اقتصادی مساوات یا کم از کم انصاف کی دوسروں کی نسبت زیادہ امید تھی عربوں کے اجتماعی اور اقتصادی استبداد نے ان کی وفاداریوں کو درہم برہم کر دیا تھا اور وہ ایک اچھی دعوت کو ایک مہربان لیڈر کی قیادت میں اپنے خون سے سینچنے کے لئے تیار تھے مختار نے طے کرلیا کہ یہ دعوت اہل بیت کی دعوت ہو گی اور یہ لیڈر وہ خود ہو گا۔

کوفہ روانہ ہونے سے پہلے وہ ابن الحنفیہ کے پاس گیا جو مکہ میں مقیم تھے ابن الحنفیہ حضرت حسن اور حسینؓ کے چھوٹے بھائی تھے اور جب حسینؓ خلافت کے لئے قسمت آزمائی کرنے کو فہ روانہ ہوئے تو انھوں نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا مختار نے اپنا مشن ان الفاظ میں ان کے سامنے پیش کیا: "میں آپ کے عزیزوں کے خون کا انتقام لینے کوفہ جارہا ہوں" اس کو توقع تھی کہ عام عربوں کی طرح یہ سن کر وہ بہت خوش ہوں گے اور اس کی حوصلہ افزائی کریں گے لیکن ابن الحنفیہ خاموش رہے ہاں یا نا کچھ نہ کہا ان کی خاموشی کو مختار نے رضامندی پر محمول کیا جب وہ چلنے لگا تو ابن الحنفیہ نے اس کو ہدایت کی کہ جہاں تک ہو سکے خدا سے ڈرتے رہنا بعض مورخ کہتے ہیں کہ مختار نے جب انتقام کا ارادہ ظاہر کیا تو ابن الحنفیہ نے کہا، "اس میں شک نہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ خدا ہماری مدد کرے اور ہمارے قاتلوں کو غارت کرے لیکن میں لڑائی کا حکم نہیں دیتا نہ خون بہانے کا کیونکہ خدا ہماری مدد کرنے اور ہمارے حقوق لینے کے لئے کافی ہے[۱]۔

یزید کی موت کے پانچ ماہ بعد (غالباً شعبان ۶۴ھ میں) مختار کوفہ روانہ ہوا اور وسط رمضان میں وہاں پہنچا اس کی آمد کے آٹھ دن بعد ابن الزبیر کا مامور کردہ گورنر (عبداللہ بن یزید) اور وزیر خراج

---

[۱] انساب الاشراف ۲۱۰/۵

(ابراہیم بن محمد بن طلحہ) سے حکومت کوفہ کا چارج لیا[1]

کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے مختار نے غسل کیا۔ سر میں تیل ڈالا عمدہ کپڑے زیب تن کئے سر پر عمامہ باندھا اور کمر سے تلوار لگائی اس طرح سج دھج کر جمعہ کے دن شیعوں کے محلوں سے ہو کر کوفہ میں داخل ہوا جس جس شیعی مسجد یا مجمع سے گذرتا سب کو بڑے تپاک سے سلام کرتا اور کہتا: "میں تمہارے لئے کامیابی فراغبالی اور فتح کا مژدہ لایا ہوں جب ہمدان اور ربیعہ کے محلوں میں پہنچا (یہ دونوں شیعی قبیلوں میں سب سے زیادہ وفادار ثابت ہوئے تھے) تو لوگوں سے ابن الحنفیہ کا سلام کہا اور کامیابی کی بشارت دی راستہ میں اس کو ایک شاعر ملا (ابوعُبَیدہ بن عمرو) جو اہل بیت کا بڑا خیر خواہ اور بہادر سپاہی تھا، اس وقت عربوں میں شاعر کی حیثیت آج کل کے سربرآوردہ اخبارات کی سی تھی، پروپگنڈہ اور تالیف قلوب کے لئے شاعر کا شعر جادو کا اثر رکھتا تھا مختار نے بڑے تپاک سے اس کو سلام کیا اور نصرت و فتح کی بشارت دیتے ہوئے کہا: "تم ایسے عقیدہ پر ہو (یعنی محبت اہل بیت) جس کی بدولت خدا تمہارے عیوب اور گناہ معاف کر دے گا۔ آج رات کو تم اپنی مسجد والوں کو ساتھ لے کر میرے گھر آنا اس طرح مختار شیعی محلوں اور مسجدوں کا گشت لگاتا ہوا فتح و کامیابی کی بشارت دیتا اور رات کو ان الفاظ کی تفسیر و تعبیر سننے اپنے گھر آنے کی سب کو دعوت دیتا بعد عصر گھر پہنچا۔

حسب قرار داد شیعہ رات کو اس کے گھر جمع ہوئے مختار نے پہلے شہر کے حالات دریافت کئے، اس کو بتایا گیا کہ سلیمان بن صُرد (ایک شیعی قبائلی سردار جو حجر بن عدی کا جانشین تھا) کی قیادت میں شیعوں نے عبید اللہ بن زیاد کے مقابلہ کے لئے خروج کا فیصلہ کیا ہے، یہ کہ عبید اللہ شام کی سمت سے کوفہ پر حملہ کرنے ایک بڑے لشکر کے ساتھ جزیرہ پہنچ گیا ہے اور یہ کہ سلیمان عنقریب

---

[1] بقول مصنف انساب الاشراف، ۲۰۷/۵ ابن یزید رمضان ۶۴ھ ختم ہونے سے آٹھ دن پہلے کوفہ پہنچا اس سے پہلے عامر بن مسعود کوفہ کا گورنر تھا۔ اہل کوفہ نے عبید اللہ بن زیاد کے نائب گورنر عمرو بن حریث کو نکالنے کے بعد عامر کو عارضی طور پر گورنر بنا لیا تھا اس نے ابن الزبیر کے لئے بیعت لے لی تھی کچھ عرصہ بعد ابن الزبیر نے اس کی جگہ عبداللہ بن یزید کو گورنر مقرر کیا۔

نکلنے والا ہے۔ یہ سن کر مختار نے اس طرح پالنسہ پھینکا: "صاحبو، وصی کے لڑکے مہدی محمد بن علی (ابن الحنفیہ) نے مجھے تمہارے پاس اپنا امین، وزیر، برگزیدہ اور سردار بنا کر بھیجا ہے مجھے ملحدوں سے لڑنے اہل بیت کا انتقام لینے اور کمزوروں کے حقوق کی نگرانی کا حکم دیا ہے۔ (کمزوروں سے اس کی مراد خاص طور پر غلام اور موالی ہیں جو جا و بے جا طریقہ سے عربوں کے مطالبات نفس کا آلۂ کار بنے ہوئے تھے اور جن سے محبت و مساوات کا برتاؤ کر کے۔ مختار اپنی سیاسی امنگوں کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے مختار سے پہلے کسی عرب حکمراں نے موالی کی مراعات کو سیاسی پالیسی کا جزو بنا کر نہ تو پیش کیا تھا نہ سیاسی امور میں ان سے اس کی طرح مدد لی نہ ایسا مساویانہ برتاؤ کیا تھا) اس اعلان نے وفاداری سلیمان پر ایک کاری ضرب لگائی۔ سلیمان اس بے وفائی و پشیمانی کے تلخ احساس کو مٹانے جو حضرت حسینؓ کو کربلا کران کی مدد نہ کرنے سے اس کے اور اس کے متبعین کے دلوں کو زیر و زبر کر رہا تھا اہل شام سے لڑنے نکل رہا تھا۔ اس وقت مختار وصی کے صاحبزادے مہدی ابن الحنفیہ کے مامور کی حیثیت سے کوفہ کے افق پر نمودار ہوا۔ دونوں حیثیتوں میں بڑا فرق تھا سلیمان کے مقابلہ میں مختار کی دعوت بہت زیادہ مستند، بہت زیادہ مقدس اور اخلاقی و دینی حیثیت سے بہت زیادہ جامع اور موثر تھی۔ اس کا سرچشمہ رسول اللہ کے نواسہ اور خلافت کے صحیح حقدار تھے، سلیمان کی دعوت محض شخصی اور ایک عارضی جذبۂ ندامت و انتقام کی پکار تھی۔ سلیمان کے شیعہ متزلزل ہونے لگے پہلے تین ہی دن میں دو ہزار شیعے مختار کے ساتھ ہو گئے

مختار نے پوری فراست کے ساتھ سلیمان کی پارٹی کو جس میں بارہ ہزار شیعے تھے توڑنا اور اپنا کیمپ بنانا شروع کیا، وہ کہتا "میں تمہارے پاس ولی امر، کان فضیلت، وصی الوصی اور امام مہدی کے پاس سے ایک ایسا حکم لے کر آیا ہوں جس میں شفا، کشف غطاء، قتل اعداء اور تمام نعمت ہے سلیمان خدا ان پر اور ہم پر رحم کرے نہایت بوڑھے لاغر اور بوسیدہ ہو گئے ہیں۔ جسم پر جھریاں پڑ گئی ہیں ان کو نہ انتظامی امور کا تجربہ ہے نہ جنگی تدبیر کا، وہ خود بھی ہلاک ہوں گے اور تم کو بھی ہلاک کرنا چاہتے ہیں ان کے برخلاف میں ایسی پالیسی اور پروگرام پر عمل کروں گا جو میرے

سامنے واضح کر دیا گیا ہے جس پر عمل کر کے تمہارے دوست سربلند اور تمہارے دشمن سرنگوں ہوں گے اور دلوں کی آتش انتقام ٹھنڈی ہو گی بس میرا کہنا مانو، میری اطاعت کرو، خوش رہو اور ایک دوسرے کو کامرانی کے مژدے سناؤ، میں تمہاری آرزوؤں کا بہترین طریقہ پر کفیل ہوں[1]
مختار کی جمعیت، قوت اور دھاک بڑھتی گئی، سلیمان کا اقتدار گھٹتا گیا۔ تاہم سلیمان اپنے ارادہ پر مضبوطی سے قایم رہا اور کوفہ سے اہل شام کی طرف نکلنے کی تیاریاں مکمل کر لیں۔ گو کہ مختار کے دماغ کو سلیمان کا وجود ایک بھاری بوجھ کی طرح دباتے ہوئے تھا اس نے سلیمان کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی جو ایسے موقع پر کوئی دوسرا عرب کر گذرتا نہیں کی اور حکمت عملی سے اپنی دعوت کی بنیادیں استوار کرتا رہا اس نے طے کیا کہ سلیمان کا معاملہ یک طرف ہونے سے پہلے وہ کوئی عملی قدم نہ بڑھائیگا۔ اس کو یقین تھا کہ سلیمان کو ناکامی ہو گی اور اس کے بعد شیعہ یک سوئی کے ساتھ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے

مختار کے کوفہ آنے کے آٹھویں ماہ بالآخر سلیمان اہل بیت کا بدلہ لینے اور حضرت حسینؓ سے بے وفائی کا کفارہ ادا کرنے کوفہ سے روانہ ہوا (جمعہ ۵ ربیع الآخر ۶۵ھ) سولہ ہزار شیعوں نے اس سے بیعت کی تھی لیکن مختار کا جادو کچھ اس طرح چلا تھا کہ روانگی کے وقت سلیمان کے ساتھ صرف چار ہزار آدمی تھے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت رنجیدہ ہوا اور شیعوں کے محلوں میں ان کو راہ راست پر لانے کے لئے متعدد ایجنٹ بھیجے اور متعدد منادی یا ثارات الحسین (لوگو حسین کا بدلہ لینے چلو) نعرہ لگائے بقول طبری یہ نعرہ پہلے کبھی استعمال نہیں ہوا تھا[2]۔ ایجنٹوں کی اپیلوں اور منادیوں کے نعروں سے مزید ایک ہزار آدمی آگئے۔ لیکن کوفہ کے مضافات سے نکلتے نکلتے بہت سے شیعے رات کو سلیمان کے کیمپ سے نکل بھاگے اور مختار سے مل گئے۔

---

[1] طبری ۷/۶۵ و انساب الاشراف ۵/۲۱۰ [2] اس وقت سلیمان کے کیمپ میں ایک شیعی قبائلی سردار نے جس کو دوسرے سربرآوردہ لیڈروں کی تائید حاصل تھی سلیمان کے سامنے ایک ایسا تضیہ پیش کیا جس سے ایک طرف شیعوں کے دلوں میں بد اطمینانی کی لہر دوڑ گئی دوسری طرف سلیمان اور اس کے مشیروں کی کجروی طشت از بام ہو گئی۔
(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کوفہ کے گورنر کو جب معلوم ہوا کہ مختار ابن الحنفیہ کے نائب کی حیثیت سے کوفہ میں شیعوں کو منظم کر کے اہل بیت کے لئے سیاسی فضا تیار کر رہا ہے تو وہ ڈر گیا، کوتوال شہر اور قبائلی سرداروں نے جو مختار کی تنظیمی سرگرمیوں اور موالی (غلاموں) سے اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی رو سے خوب واقف تھے گورنر کو بتایا کہ اس کی تحریک سلیمان کی تحریک سے بالکل مختلف ہے، نیز یہ کہ مختار نہایت خطرناک شخص ہے اور اس کا آزاد رہنا امن عامہ اور کوفہ پر ابن الزبیر کے اقتدار کے لئے سخت مضر ہے، مختار کو قید میں ڈال دیا گیا۔[1]

قید میں جا کر مختار کی تحریک اور زیادہ پھلی پھولی۔ اس کے پانچ ایجنٹ جو اس کے آنے والے اقبال میں خوب چمکے، اس کی تحریک کو سینچتے اور اس کے لئے شیعوں کی بیعت..... لیتے رہے۔ قید میں وہ نبی یا کاہن کی شان سے اکثر یہ الفاظ جو قرآن کے پرشکوہ مسجع انداز میں ہوتے اپنے ملاقاتیوں کے دل بڑھانے کے لئے تلاوت کرتا: "ہوشیار! قسم ہے سمندروں کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس قبائلی سردار نے کہا: "ہم حسین کے خون کا بدلہ لینے جا رہے ہیں حالانکہ ان کے سارے قاتل کوفہ میں موجود ہیں (یعنی وہ غیر شیعی قبائلی سردار جنہوں نے حضرت حسین سے جا کر مقابلہ کیا تھا) یہ سن کر سلیمان کے ہوش اڑ گئے۔ اس نے گھبرا کر اپنے مشیروں کی رائے طلب کی سب نے یک زبان ہو کر اس قبائلی سردار کے خیال کی تائید کی اور کہا کہ اگر ہم اہل شام سے لڑنے گئے تو حسین کے قاتلوں میں صرف ابن زیاد ملے گا (جو شام کی فوجوں کو لئے ہوئے مروان کے جنرل کی حیثیت سے عراق کی طرف بڑھ رہا تھا) اور زیادہ تر قاتل تو اسی شہر میں موجود ہیں سلیمان نے اس خیال کی مخالفت کی اور ابن زیاد سے لڑنے کے ارادہ پر اڑا رہا مجبوراً لوگ تیار ہو گئے اس موقع پر ابن الزبیر کے گورنر کوفہ ابن مطیع نے بہت کوشش کی کہ سلیمان کچھ دن توقف کر کے حکومت کی فوجوں کے ساتھ شامیوں سے لڑنے جائے دونوں نے صورت حال پر مفصل تبصرہ کیا گورنر نے بتایا کہ شامی خطرہ مشترک ہے وہ جس طرح تمہارے دشمن ہیں ہمارے بھی ہیں، ہم تھوڑے دن میں خوب تیار ہو کر اور تم کو بھی اچھی طرح مسلح کر کے فوج کشی کریں گے لیکن سلیمان پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔ حضرت حسین کی قبر کی طرف روانہ ہوا بصرہ کے شیعوں کی ایک جمعیت اس سے راستہ میں آملی .... کربلا سے پہلے رات کو منزل کی تو ہزاروں آدمی شیعے فرار ہو گئے سلیمان اور اس کے ساتھی حضرت حسین کی قبر پر گئے اور خوب چیخ چیخ کر روئے، گڑگڑاتے اپنے گناہوں پر نادم ہوتے توبہ کرتے اور دعائے مغفرت مانگتے (اسی وجہ سے ان کو توابین کہتے ہیں) ایک رات اور ایک دن اس طرح وہاں گڑگڑانے، توبہ کرنے اور معافی مانگنے کے بعد دشمن کی طرف (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

رب کی، کھجوروں اور درختوں، بیابانوں اور ویرانوں، صالح فرشتوں، برگزیدہ انبیاء کے رب کی، میں ہر چمکدار نیزہ اور ہندی تلوار سے انصار کے لشکروں کو مسلح کرکے ہر جبار کو قتل کروں گا اور جب ستون دین کو سیدھا کرلوں گا اور مسلمانوں کی پراگندہ حالی کو دور اور مومنوں کے دل کی پیاس انتقام بجھالوں گا اور انبیاء کا انتقام لے لوں گا تب نہ انحراف دنیا کا مجھے افسوس ہوگا نہ مرنے سے ڈروں گا[1]

سلیمان کے ہزیمت خوردہ سپاہی جب کوفہ پہنچے تو مختار نے ان کو نظرانداز کرنے یا ان پر ملامت کرنے کے بجائے قید خانہ سے ایک خط لکھا جس میں ان کی بڑی تعریف کی، ان کے مجاہدانہ جوش اور سرگرمیوں کو سراہا پھر یہ الفاظ لکھے: "اگر میں باہر آجاؤں تو تمہارے دشمنوں پر خدا کے حکم سے مشرق و مغرب میں تلوار سونت لوں گا اور ان کو فنا کے گھاٹ اتار دوں گا خط پڑھ کر یہ لوگ خوش ہوئے مختار کی بیعت کرلی اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو ہم زبردستی قید سے آپ کو نکال لے جائیں مختار کی معاملہ فہمی اور احتیاط پسندی نے اس کی اجازت نہ دی۔ اس نے کہلا بھیجا: آپ لوگ فکر نہ کریں میں عنقریب رہا ہوجاؤں گا[2] پھر اس نے اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر کو خط کے ذریعہ اپنی مظلومی اور گورنر کی زیادتی کی اطلاع دی اور گورنر سے اپنی رہائی کی سفارش کرنے کے لئے لکھا عبداللہ بن عمر ان معدودے چند بڑے لوگوں میں تھے جو خلافت یا سیاسی اقتدار کی اہلیت رکھتے اور اس کے دعویدار بننے کی صلاحیت کے باوجود خونریزی سے بچنے کی خاطر سیاست سے بے تعلق ہوکر گھریلو زندگی گذار رہے تھے، اس وجہ سے سیاسی حلقوں میں ان کی بڑی عظمت تھی ابن عمر نے ایک سفارشی خط لکھ دیا اور گورنر نے شہر کے دس ممتاز سرداروں کی ضمانت اور ایک تحریری معاہدہ کے بعد مختار کو آزاد کردیا معاہدہ کے دفعات یہ تھے میں اس خدا کی قسم کھا کے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو حاضر و غایب کا جاننے والا بڑا مہربان ہے کہتا ہوں کہ نہ تو گورنر اور وزیر خراج کو کوئی نقصان پہنچاؤں گا نہ ان کے خلاف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) روانہ ہوئے اور جزیرہ کے ایک مقام عین الوردہ میں ابن زیاد سے لڑکر شکست کھائی، سلیمان اور اس کے اکثر ساتھی مارے گئے ایک مختصر جماعت کوفہ لوٹی۔ طبری ۶۰۔۶۶/۶ [1] طبری ۶۵/۶ [2] طبری ۶۶۔۶۵/۶

بغاوت کروں گا جب تک وہ برسر اقتدار ہیں اگر میں ایسا کروں تو ہزار جانور بطور تاوان کعبہ کے دروازہ پر ذبح کروں گا اور میرے سارے غلام - مرد و عورت - آزاد ہو جائیں گے[1]

رہائی کے بعد مختار نے کسی سے کہا: "خدا ان کو غارت کرے، یہ کیسے احمق ہیں اگر خیال کریں کہ میں ان عہدوں کو پورا کروں گا رہا میرا حلف جو میں نے خدا کے نام پر کیا ہے تو میرا فرض ہے کہ جب میں کوئی قسم کھاؤں تو دیکھوں کہ جس بات کی قسم کھائی ہے اس کا کرنا بہتر ہے یا نہ کرنا اور بہتر بات انجام دوں اور قسم کا کفارہ ادا کر دوں اس معاملہ میں میرے لئے یہی مناسب ہے کہ میں ان کے خلاف بغاوت کروں اور قسم کا کفارہ دوں رہا ہزار جانوروں کا کعبہ بھیجنا تو یہ میرے لئے تھوکنے سے زیادہ آسان ہے اور رہا غلاموں کا آزاد کرنا تو خدا کی قسم میری دلی آرزو ہے اگر میری اسکیم کامیاب ہو جائے تو کبھی غلام نہ رکھوں"[2]

دوسری بار اہل بیت کی محبت میں قید جا کر مختار کی دھاک پہلے سے زیادہ بڑھ گئی - سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ شیعوں پر اچھی طرح آشکارا ہو گیا کہ وہ آزمائشیں جن میں پڑ کر ان کے دوسرے بہت سے سرگروہ اپنی وفاداریوں کو خیرباد کہہ کر دنیاوی جاہ و فوائد کی خاطر بدل جاتے تھے مختار کے عزم کو نہ توڑنے والی ہیں نہ اہل بیت کے ساتھ اس کی وفاداری کو مضمحل کرنے والی اس کے علاوہ اس میں وہ خاندانی تکبر ان کو نظر نہ آیا جو ہر خاندانی عرب کی خصوصیت تھا اور جس کا مظاہرہ وہ برابر کرتے رہے تھے - وہ سب کے ساتھ عرب ہو یا غیر عرب کچھ تو طبعاً لیکن بیشتر مصلحتاً رواداری کا برتاؤ کر رہا تھا - شیعوں کی تعداد جن میں موالی اور غلاموں کا تناسب بہت تھا نہایت تیزی سے بڑھنے لگی ابن الزبیر کو مکہ میں جب ان حالات کا علم ہوا تو انھوں نے موجودہ گورنر کو نااہل خیال کر کے مع وزیر خراج کے معزول کر دیا اور حضرت عمر کے ایک رشتہ دار عبداللہ بن مطیع کو جو مکہ میں ان کا گورنر تھا اور جس کی سربراہ کاری پر ان کو بہت بھروسہ تھا اس کی جگہ مقرر کیا وزیر خراج (طلحہ کے لڑکے عبداللہ) نے چلتے وقت بیت المال کا کافی روپیہ اڑا لیا - یہ رسم سی ہو گئی تھی -

---

[1] طبری ۵۹۵/۲ [2] طبری ۵۹۶/۲

نیا گورنر ۶۵ھ کا رمضان ختم ہونے سے پانچ دن قبل کوفہ پہنچا[1]۔ اس کی ابتدائی تقریر سننے شیعے بھی آئے تقریر کے بعد مختار کے بعض سربرآوردہ شیعوں نے ابن المطیع کی تقریر کے ایسے حصوں پر جو ان کے نقطہ نظر سے مختلف تھے خوب نکتہ چینی کی بلکہ نہایت گستاخانہ طریقے پر آوازے کسے۔ ابن مطیع ایک صلح جو آدمی تھا: اس کی بدقسمتی تھی کہ ایسے ماحول میں جہاں حجاج کا سا تشدد ضروری تھا اس کو حاکم بنا کر بھیجا گیا۔ اس نے سمجھا بجھا کر شیعوں کو مطمئن کردیا۔ وہ فاتحانہ شان سے لوٹ گئے اور نئے گورنر کی کمزوری سب پر عیاں کرنے لگے گورنر نے ایک لائق عرب کو شہر کا کوتوال مقرر کیا جو خوب چوکنا رہتا اور پولیس کے ساتھ شہر میں گشت لگاتا

مختار حکومت کوفہ پر قبضہ کرنے کی جارحانہ تیاریاں کرنے لگا۔ یہ طے پایا کہ ۶۶ھ کے محرم میں یعنی نئے گورنر کی آمد کے چار مہینے بعد بغاوت کی جائے موالی اور پامال حیفا غلاموں کا وہ مربی اعظم بن گیا۔ اپنی چرب زبانی، حسن سلوک اور اہل بیت کی محبت کے دعووں سے اس نے ان کے دل موہ لئے۔ موالی میں بہت سے لوگ ساسانی کیوتری اور حاکم طبقہ کے تھے جو اساورہ اور مزارج کہلاتے تھے یہ لوگ ۱۲ھ سے انیس ۱۹ھ تک کی فتوحات میں گرتے ہوئے ایرانی اقبال کی زد میں آکر مسلمان ہوگئے تھے اور ان قبیلوں سے خود کو ضم کرلیا تھا جو آنحضرت سے قریب تھے جن قبیلوں سے یہ منسلک ہوئے وہ جنگ کے موقع پر ان سے مدد لیتے تھے لیکن مال غنیمت سے اس بنا پر ان کو محروم رکھتے کہ یہ ان کے آزاد کردہ (موالی) تھے۔ حکومت کے محاصل میں بھی ان کا کوئی حصہ نہ تھا اس وجہ سے باہم قبائلی یا سیاسی جنگوں سے یہ گریز کرتے اور اگر مجبوراً لڑنے بھی تو دل سے اپنی شایان شان شجاعت کے ساتھ نہ لڑتے اور موقع پاکر بھاگ جاتے مختار پہلا شخص تھا جس نے اس امتیاز کو مٹایا، ان کو اپنا معتمد بنایا، مال غنیمت اور محاصلِ حکومت میں ان کو عربوں کے ساتھ مساویانہ حقوق دینے کا وعدہ کیا اور دوسری طرف اہل بیت کے حامی کی حیثیت سے ان کی روحانی وفاداری بھی حاصل کی۔ مصنف اخبار الطوال ص۲۹۷ لکھتا ہے: "مختار بن عبید (ابو عبد رہائی)، شیعوں سے ملتا پھرتا اور وہ اس کے پاس آتے جاتے رہتے، وہ ان کو اپنے

[1] طبری ۵/۹۵

...ئے بغاوت کرنے اور حسینؓ کا انتقام لینے کے لئے اکسایا۔ بہت سے لوگوں نے اس کی دعوت مان لی ان میں اکثریت قبیلۂ ہمدان (جس سے حجر بن عدی کا تعلق تھا) اور ابنائے عجم (فارسی نسل)، کی تھی) جو کوفہ میں آباد تھی جن کو معاویہ نے باقاعدہ افواج میں داخل کر لیا تھا ان کو حمراء (سرخ رنگ) کہا جاتا تھا۔ ان کے تقریباً بیس ہزار جوالمرد کوفہ میں آباد تھے۔"

مختار کے لئے ایک تیسرا خطرناک لمحہ آیا۔ اس کی سرگرمیاں باوجود محتاط ہونے کے چھپ نہ سکیں۔ کوتوال نے کئی بار اس کی مسلح تیاریوں کی گورنر سے شکایت کی۔ گورنر یہ کہہ کر ٹالتا رہا کہ جب تک بغاوت کھل نہ جائے میں محض شک پر کوئی تعزیری کارروائی نہیں کروں گا حکومت کے وفادار قبائلی مکھیوں نے حالات کی ابتری کا اس کو احساس دلاتے ہوئے مختار کو قید کرنے کا مشورہ دیا گورنر نے مختار کے چچازاد بھائی زائدہ بن قدامہ کی معرفت اس کو بلایا (قید کرنے کے ارادہ سے زائدہ کو گورنر کا ارادہ معلوم تھا وہ گیا اور مختار کو پیغام دیا۔ مختار اٹھ کر تیاری کرنے لگا کہ اتنے میں زائدہ نے قرآن کی ایک آیت پڑھی جس سے مختار خطرہ تاڑ گیا اور کپڑے اتار کر بیماروں کی شکل بنا کر چارپائی پر لیٹ گیا، رضائی منگوائی اور کہنے لگا: "معلوم ہوتا ہے مجھے بخار آئے گا سارے جسم میں کپکپی ہو گئی ہے۔" زائدہ نے واپس جا کر گورنر کو مختار کی علالت کی خبر دی۔ گورنر نے یقین کیا اور مختار کی طرف سے غافل ہو گیا۔

مختار جب بغاوت کے انتظامات مکمل کر رہا تھا تو شیعوں کے چند مذہبی مکھیوں کو اس بات پر شک ہوا کہ وہ ابن الحنفیہ کی طرف سے مامور ہے وہ مذہبی قسم کے لوگوں کا ایک وفد لے کر ابن الحنفیہ کے پاس تحقیق حال کے لئے مکہ روانہ ہوئے۔ ابن الحنفیہ سے مل کر انھوں نے کہا: "مختار آپ کے مامور ہونے کے مدعی ہیں اور ان چار امور کی طرف دعوت دے رہے ہیں ۱۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت نبی ۳۔ اہل بیت کے قتل کا بدلہ ۴۔ کمزوروں کی حمایت ہم نے ان کی بیعت تو کر لی لیکن مناسب سمجھا کہ آپ سے مل کر ان کی صداقت کی تحقیق کر لیں اگر آپ کا حکم ہو تو ان کی اطاعت کریں ورنہ ان کو چھوڑ دیں۔" ابن الحنفیہ نے جواب میں کہا: "خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ جس کی مدد سے چاہے خدا دشمنوں سے ہمارا انتقام لے۔"[1] ان مبہم الفاظ سے وفد نے نتیجہ نکالا کہ مختار کو ابن الحنفیہ کی تائید حاصل ہے۔

[1] طبری ۶/۹۰

مختار بن ابی عبید الثقفی

(۴)

از
(ڈاکٹر خورشید احمد فارق ایم۔ اے۔ پی، ایچ، ڈی)

(ب) تنظیم حکومت: کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد مختار نے مستثنائی رواداری اور حسن سلوک سے حکومت شروع کی موالی اور غلاموں کا وہ بڑا محسن تھا، شہر کے معزز لوگوں، قبائلی سرداروں اور مذہبی پیشواؤں (قرار و مفتی) کے ساتھ جن میں سے اکثر اس کے خلاف حکومت کی وفاداری میں لڑے تھے اس نے نہایت اچھا برتاؤ کیا اور ان کی تالیفِ قلب کی برابر کوشش کرتا رہا اگرچہ عربوں اور خاص طور پر کوفہ کے شوریدہ سر جاہ پسند عربوں کو مطمئن رکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔

کوفہ کے خزانہ میں اس کو نو کروڑ لاکھ درہم یعنی تقریباً پچاس لاکھ روپئے ملے اس روپئے کا ایک حصہ اس نے اپنے ان معاونین پر صرف کیا جن کی مدد سے اس کو فتح حاصل ہوئی تھی گورنر کے محاصرہ سے پہلے اڑتیس سو آدمی اس کے ساتھ تھے جن میں سے ہر ایک کو اس نے بلا امتیاز پانچ پانچ سو درہم عطا کئے (کیونکہ وہ سابقین اولین تھے) اور ان چھ ہزار کو جو محاصرہ کے دوران میں اس کے پرچم کے نیچے آگئے تھے دو دو سو درہم دئے۔[1]

اس رقم کا ایک گراں قدر عطیہ اس نے ابن الحنفیہ (متوفی ۸۱ھ) علی بن حسین، ابن عباس (متوفی ۶۹ھ) اور عبداللہ بن محمد (متوفی ۶۸ھ) کو بھیجا بلکہ بقول مصنف انساب الاشراف اس کے تحفے برابر ابن عمر (بہنوئی)، ابن عباس اور ابن الحنفیہ کے پاس ان حضرات کی خوشنودی و اخلاقی مدد حاصل کرنے کے لئے جاتے رہتے تھے۔[2]

اس دولت کے ایک حصے سے اس نے اپنی رہائش کے لئے غالباً قلعہ میں ایک مکان بنوایا

---

[1] طبری ۱۵۹/۲ [2] انساب الاشراف ۲۷۰/۵

اور ایک خوشنما باغ لگوایا اور ان دونوں پر کافی روپیہ خرچ کیا۔[۱]

کوفہ کے خاص و عام کو وقتی طور پر مطمئن کر کے وہ ماتحت علاقوں کی طرف متوجہ ہوا یہ علاقے خراسان، فارس، اور سجستان کے صوبوں کو چھوڑ کر ایران و موصل کے ایک بڑے رقبہ پر مشتمل تھے یہاں اس نے اپنے نمائندے مقرر کئے اپنے قدیم ترین مخلص ساتھیوں میں سے متعدد کو اس نے گورنر اور کلکٹر کی حیثیت سے ان علاقوں میں بھیجا[۲]۔ اور بقیہ کو وقت ضرورت مدد کے لئے اپنے ساتھ رکھا ان میں سے ایک کو جس کا نام ابن کامل تھا اس نے شہر کا کوتوال مقرر کیا دوسرے معتمد ابو عمرہ کیسان کو جو مولی تھا اور جو بتصریح مصنف انساب الاشراف ۲۲۹/۵ فرقہ کیسانیہ کا موسس بنا (ملاحظہ ہو الملل والنحل شہرستانی اور ابن حزم) اپنے محافظ گارڈ کا کمانڈر مقرر کیا یہ عہدہ کوتوال کے عہدہ سے زیادہ بھروسہ کے آدمی کو دیا جاتا تھا کوتوال نے اس کو آکر اطلاع دی کہ سابق گورنر (ابن مطیع) ابو موسیٰ اشعری کے گھر میں روپوش ہے حسب دستور چاہیئے تھا کہ مختار اس کو پکڑوا کر قتل یا قید کرا دیتا لیکن اس نے کوتوال کی رپورٹ پر دھیان نہ دیا کوتوال نے تین بار رپورٹ کا اعادہ کیا اور ہر بار مختار سنی ان سنی کرتا رہا۔ گورنر پہلے مختار کا دوست رہ چکا تھا حضرت عمرؓ کا رشتہ دار تھا[۳] اور جیسا کہ ہم پڑھ چکے ہیں حضرت عمرؓ کے لڑکے عبداللہ مختار کے بہنوئی تھے، جب رات ہوئی تو مختار نے ابن مطیع کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے اور کہلا دیا کہ اس روپیہ سے تم سفر کا انتظام کر کے بھاگ جاؤ، مجھے تمہاری جگہ معلوم ہو گئی ہے میرا خیال ہے زاد راہ اور سفر خرچ نہ ہونے کی وجہ سے تم رکے ہوئے ہو[۴]۔ روپیہ لے کر گورنر بصرہ چلا گیا ابن زبیر کے ڈر سے کوفہ جانے کی اس کو جرأت نہ ہوئی۔

مختار مدبر، محسن، کاہن، نبی اور فقیہ ہر حیثیت سے اہل کوفہ کے دماغ پر چھانا چاہتا تھا چنانچہ صبح شام وہ مقدمے سننے اور دادرسی کرنے کے لئے دربار عام کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد جب اس کی یہ حیثیت مسلم ہو گئی اور قراء کوفہ اس کی دیانت کا لوہا مان گئے تو وہ اس کام سے یہ عذر کر کے دستبردار ہو گیا: "میں زیادہ اہم معاملات حکومت کے پیش نظر جج کے فرائض انجام نہیں دے سکتا[۵]" شریح

---

[۱] انساب ۲۶۴/۵ [۲] مروج حاشیہ تاریخ کامل ص ۱۰۵/۶ [۳] اخبار الطوال [۴] اخبار الطوال ص ۳۰۳ [۵] انساب ۲۲۸/۵
[۶] طبری ۶۱۰

جو حضرت عمرؓ کے زمانہ سے کوفہ میں قاضی کے منصب پر رہے تھے حضرت علیؓ نے ان کو کچھ زمانہ کے لئے معطل کر دیا تھا، قاضی شہر مقرر کئے گئے۔ شیعوں نے شریح کے خلاف عثمانی ہونے کا پروپیگنڈہ کیا وہ مستعفی ہو گئے ان کا عہدہ مختار نے ابن مسعود (کوفہ کے فقہی مدرسہ کے بانی) کے پوتے عتبہ کے سپرد کیا۔[1]

یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ مختار نے قوت حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے اہل بیت کے قاتلوں یا ان کے قتل میں شرکت کرنے والوں کو سزا نہیں دی حالانکہ اس کے آئین سیاسی کی سب سے اہم دفعہ یہی تھی، جو قبائلی سردار ابن زیاد کے حکم سے حضرت حسین کے ساتھ لڑنے پر مامور کئے گئے تھے وہ شہر میں موجود تھے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے حضرت حسین پر تیر چلائے یا ان کا سر کاٹا یا ان کے قریبی اعزا پر حملے کئے تھے مختار نے کسی سے تعرض نہ کیا بلکہ جیسا کہ مورخوں کی تصریح سے پتہ چلتا ہے سب کے ساتھ وہ رواداری سے پیش آیا شاید وہ اپنی حکومت استوار کرنے کے بعد یہ سنگین قدم اٹھانا چاہتا ہو۔ اپنے سیاسی آئین اور دعووں کی اس صریح تنقیص کو وہ غیب دانی کے پردوں میں شیعوں سے چھپا لیتا ہوگا تقریباً ایک سال تک وہ قاتلین حسین کو ڈھیل دیتا رہا پھر جب کوفہ کے غیر شیعی قبائلی عناصر نے دسویں ماہ اس سے بغاوت کی اور اس میں ناکام ہوئے تو مختار نے ان لوگوں پر تلوار سونت لی اور جنگ حسین یا قتل حسین میں شرکت کرنے والا جو جو ہاتھ آیا اس کا سر اڑا دیا اس بغاوت کے اسباب ونتائج بیان کرنے سے پہلے ایک نہایت بصیرت افروز واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

ایک دن مختار کے محافظ گارڈ کا کمانڈر کیسان حسب دستور اس کے قریب ڈیوٹی پر تھا اور مختار کوفہ کے قبائلی سرداروں کے ساتھ نہایت گرمجوشی سے باتیں کر رہا تھا اور ان کی گفتگو نہایت توجہ سے سن رہا تھا اس کے قریب جو غیر عرب مقتدر لوگ تھے ان کی طرف وہ غیر ملتفت تھا یہ بات موالی سرداروں کو شاق گذری اور انھوں نے شکایت کے طور پر کیسان سے کہا "دیکھتے ہو ابو اسحاق (مختار کی کنیت) عربوں سے کس طرح ملتفت ہے اور ہماری طرف دیکھتا بھی نہیں" مختار تاڑ گیا۔ بعد

---

[1] طبری ۶/۱۱۰ [2] طبری ۱۰۹

میں اس نے کیسان کو بلا کر پوچھا کہ یہ لوگ تم سے کیا کہہ رہے تھے کیسان نے کہا وہ ان کی بجائے عربوں سے آپ کے التفات کی شکایت کر رہے تھے"۔ مختار فوراً سنبھلا اور کیسان سے بولا: "تم ان سے کہہ دینا کبیدہ خاطر نہ ہوں، ہم اور تم ایک ہیں اس کے بعد دیر تک خاموش رہا پھر قرآن کی وہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے: "ہم مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے یہ پیغام پاکر موالی سردار باغ باغ ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے خوش ہو جاؤ ابو اسحاق کے ہاتھوں تم نے ان کو (عربوں کو) تباہ کر دیا"۔[1]

مختار کی یہ دعید کہ ہم مجرموں سے انتقام لے کر رہیں گے غالباً حضرت حسین کے قاتلین کے بارے میں تھی جن میں متعدد کوفہ کے قبائلی سردار تھے اور ایک تو سعد بن ابی وقاص کے لڑکے تھے جن کی نگرانی میں کربلا کی جنگ ہوئی تھی۔

مختار کا غیر عربوں کے ساتھ حسن سلوک کوفہ کے عربوں کو سخت ناگوار گذرنے لگا موالی مختار کے ستون ہو تے تھے ان کی ایک بڑی فوج اس نے تیار کر لی تھی جن پر موالی افسر مقرر تھے اور ان کو ملکی آمدنی سے تنخواہیں دی جاتی تھیں، اب تک ملکی آمدنی کلیۃً عربوں پر صرف ہوتی تھی چونکہ مقبوضہ ممالک کے فاتح صرف عرب تھے وہی ان کی آمدنی کے مستحق سمجھے جاتے تھے موالی جن کو آزاد کر دیا گیا تھا یا غلام جو مملوک تھے اس آمدنی سے حصہ نہ پاتے تھے مختار نے غیر عربوں کو اپنے مقاصد اور خود عربوں کے مقابلہ میں آلۂ کار بنانے کے لئے غلاموں اور موالی کو آمدنی اور غنیمت میں شریک کیا اس طرزِ عمل سے موالی کی دلی ہمدردی اور وفاداری اس نے خرید لی اور عربوں کے مقابلہ میں متلون، بے وفا اور خود سر عربوں کے مقابلہ میں ایک طاقتور محاذ بنا لیا۔ یہ طرزِ عمل زخم بن کر عربوں کے دل میں بڑھنے اور پکنے لگا اور نو ماہ بعد ایک خوفناک بغاوت کی شکل میں پھٹا۔

جنگ سبیع (ذوالحجہ ۶۶ھ)

عبید اللہ بن زیاد جس کو مروان (پہلا مروانی خلیفہ متوفی ۶۵ھ) نے عراق و جزیرہ فتح کرنے بھیجا تھا ۶۵ھ میں توابین کے جانبازوں کو شکست دے کر ایک سال تک جزیرہ کے ایک دشمن کا محاصرہ کئے رہا اور اس محاصرہ میں ناکام ہو کر ذی قعدہ ۶۶ھ میں عراق فتح کرنے کے ارادہ سے موصل کی طرف بڑھا

---

[1] طبری ۶/۱۰۹

جہاں مختار کا عامل موجود تھا اور جس کو شکست دے کر وہ عراق کی سمت بڑھنے والا تھا مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً ماہ ذوالحجہ میں تین ہزار شہ سواروں کی (اخبار الطوال صفحہ ۳ - بیس ہزار) منتخبہ ملیشیٰ اپنے ایک نہایت آزمودہ کار جنرل یزید بن انس کی قیادت میں روانہ کی اس فوج کی روانگی کے بعد باغی عنصر حرکت میں آنے لگے ابن زیاد نے اس فوج کو شکست فاش دی اور یزید بن انس بحالت بیماری میدان جنگ میں مرگیا بقیۃ السیف کوفہ بھاگ آئے۔

باغی عنصر نے جن میں خصوصیت کے ساتھ وہ قبائلی سردار تھے جنہوں نے قتل حسین میں شرکت کی تھی اور گورنر کے ساتھ مختار سے لڑے تھے، شکست سے فائدہ اٹھا کر شہر میں ہراس انگیز خبریں پھیلانا شروع کیں اور مختار پر یہ طعن کرنے لگے "یہ شخص بغیر ہماری رضامندی کے ہمارا حاکم بن بیٹھا ہے ہمارے موالی کو عزت دے کر ان کو گھوڑوں پر چڑھا دیا ہے ان کو تنخواہیں دیتا ہے، اور ہمارا مال غنیمت ان کو کھلاتا ہے ہمارے غلام نافرمان ہو گئے ہیں (مختار کے حسن سلوک و مساواتی برتاؤ سے) اس طرح اس نے ہمارے یتیموں اور بیواؤں کو نقصان پہنچایا ہے"[۵] پھر سب نے مل کر ایک قبائلی سردار شیث ابن ربعی کے گھر کانفرنس کی اور اپنی ساری شکایتیں اس سے بیان کیں شبث ان کے نمائندہ کی حیثیت سے مختار سے ملا اور ان کی جو شکایت کرتا مختار اس کو دور کرنے کا وعدہ کر لیتا اور کہتا میں ہر طرح ان کو مطمئن کر دوں گا پھر شبث نے غلاموں کے بارے میں ان کی شکایت پیش کی اس نے کہا میں ان کو واپس دوں گا پھر اس نے موالی کے بارے میں ان کی شکایت پیش کرتے ہوئے کہا۔ آپ نے ہمارے موالی ہم سے چھڑا لئے حالانکہ وہ خدا کا عنایت کیا ہوا مال غنیمت تھے ہم نے صرف اس لئے ان کو آزاد کیا تھا کہ ہم کو ثواب ملے اور وہ ہمارے ممنون احسان رہیں آپ نے اس پر بس نہ کیا بلکہ ہماری غنیمت میں بھی ان کو شریک بنا دیا۔" مختار نے کہا اگر میں موالی کو تمہاری خدمت و اطاعت کے لئے چھوڑ دوں اور آمدنی صرف تم پر ہی صرف کروں تو کیا تم میرے ساتھ ہو کر بنو امیہ اور ابن زبیر سے لڑو گے خدا کے نام پر اس بات کا عہد کرو گے؟" نمائندہ نے کہا میں اپنے دوستوں سے مشورہ کر کے

طبری ۱۱۲/۷

جواب دوں گا وہ چلا گیا اور پھر نہ لوٹا قبائلی سردار اس وعدہ کے لئے تیار نہ تھے ان کا مقصد فساد برپا کرنا تھا[۱] اخبار الطوال کے مصنف نے اشرافِ کوفہ کی جو شکایات اور مختار کے جو جوابات بیان کئے ہیں وہ اس روایت سے کسی قدر مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ کافی بصیرت افروز ہیں وہ بیان کرتا ہے: مختار اٹھارہ ماہ تک مقتدر رہ کر اور حسین کے قاتلوں کا کھوج لگا کر قتل کرتا رہا، علاقہ سَوادِ جبل اصبہان، ری، آذربائیجان اند جزیرہ کے محاصل اس کے پاس آتے تھے اس نے فارسیوں کو بڑا مرتبہ عطا کیا ان کے اور ان کے بچوں کے لئے ماہانے اور وظیفے مقرر کئے ان کو اپنا مشیر و مقرب بنایا اور عربوں کو دور رکھا اور ان کے حقوق پورے نہیں کئے اس وجہ سے وہ ناراض ہو گئے اور ان کے قبائلی سردار ایک وفد کی صورت میں اس کے پاس آئے اور اس پر لعن طعن کیا: مختار کا جواب یہ تھا: ”میں نے تمہاری قدر و منزلت کی تو تم مغرور و سرکش ہو گئے، میں نے تم کو گورنری و کلکٹری کے عہدے دئے تو تم نے خراج کم کر لیا، اس کے برخلاف یہ فارسی میرے زیادہ فرمانبردار، زیادہ وفادار اور میرے اشاروں پہ چلنے والے ہیں کوفہ کے قبائلی سرداروں نے مختار سے لڑنے کا فیصلہ کر لیا۔

یزید بن انس کی سرکردگی میں بھیجی ہوئی فوج کو جب شکست ہوئی تو مختار نے ابن اشتر کو جس کی مدد سے اس نے کوفہ پر قبضہ کیا تھا) ابن زیاد کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ مختار کے لئے یہ بڑا سنگین موقع تھا ایک طرف پایۂ تخت کے سارے غیر شیعی سردار اس کی حکومت الٹنے کی تیاری کر رہے تھے دوسری طرف شام کا ہولناک غنیم اس کے علاقوں کو پامال کرتا ہوا بڑھا چلا آرہا تھا ابن اشتر کو بلا کر مختار نے یہ الہامی الفاظ کہے: ”اس مہم کے لئے یا میں موزوں ہوں یا تم میرا خیال ہے تم ہی جاؤ خدا کی قسم تم فاسق عبیداللہ بن زیاد کو قتل کر دو گے اور تمہاری مدد سے اللہ اس کے لشکر کو شکست دے گا اس بات کی خبر مجھ کو ان لوگوں سے ہوئی ہے جنہوں نے آسمانی کتابیں پڑھی ہیں اور جن کو معاملاتِ جنگ کی بصیرت ہے[۱] مختار نے بیس ہزار سپاہی (بقول طبری سات ہزار) منتخب کئے جن میں اکثر فارسی تھے اور جو کوفہ میں آباد ہو گئے تھے اور جن کو حمراء (گورے رنگ والے) کہتے تھے[۲]۔

---

[۱] اخبار الطوال ص۲۰۶ [۲] اخبار الطوال ص۲۰۸

جب ابن أشتر کوفہ سے روانگی کی تیاری کر رہا تھا تو قبائلی سرداروں نے مختار پر حملہ کرنے کی ٹھان لی اور ایک کانفرنس کی جس میں مذکورہ شکایتوں کے علاوہ اس کی اس حرکت پر اظہارِ ناراضی کیا کہ وہ ابن حنفیہ کے مامور ہونے کا مدعی ہے حالانکہ ابن الحنفیہ نے اس کو نہیں بھیجا نیز یہ کہ وہ اور اس جیسی سبائی ذہنیت والے ان کے سلف صالحین سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں[1]۔ ایک قبائلی سردار نے جو عربوں کی نفسیات سے خوب واقف تھا مختار سے بغاوت کی مخالفت میں یہ پر زور دلیلیں پیش کیں: "مجھے ڈر ہے کہ تمہارے درمیان اتحاد قایم نہ رہ سکے گا تم کسی ایک رائے پر عمل نہ کر سکو گے اور ایک دوسرے کو چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے، بخدا مختار کے ساتھ تمہارے ہی بھائی بند ہیں ان کے علاوہ اس کے ساتھ تمہارے غلام اور موالی بھی ہیں اور یہ لوگ متحد الخیال ہیں تمہارے غلام اور موالی تمہارے دشمن کے مقابلہ میں تم سے بدرجہا زیادہ نفرت کرتے ہیں اور تم سے عربوں کی بہادری اور فارسیوں کی دشمنی سے لڑیں گے؛ اگر کچھ دن تم نے اور مختار کو ڈھیل دے دی تو اہل شام یا اہل بصرہ خود آکر تمہارا مقصد پورا کر دیں گے" (یعنی مختار کو تباہ کر دیں گے) یہ صائب رائے ان کو پسند نہ آئی طے ہوا کہ ابن أشتر کے نکلتے ہی بغاوت کر دی جائے۔

ابن أشتر کے کوفہ سے نکلتے ہی حضرت حسین کے قاتلین اور بنو امیہ سے عقیدت رکھنے والے قبائلی سرداروں کی قیادت میں آبادی کے بڑے حصہ نے بغاوت کر دی مختار کی طرف سے مصالحت کی ہر کوشش ناکام ہوئی اس نے فوراً ڈاک کے گھوڑوں پر ابن أشتر کو واپس بلانے کے لئے قاصد بھیجے جنہوں نے اس کو مدائن کے قریب جا لیا ابن أشتر شب و روز دھادے مارتا بغاوت کے تیسرے دن کوفہ پہنچ گیا شہر کے اندر دو مورچوں پر باغیوں سے جنگ ہوئی جن میں سے بڑے کا نام جَبَّانۃ السبیع تھا[2] باغیوں کو شکست ہوئی پانچسو کے قریب مارے گئے دو سو قید ہوئے ان کی جمعیت منتشر ہو گئی بہت سے قبائلی سردار بھاگ کر ابن زبیر کے بھائی مصعب کے پاس جو حالمین کا گورنر ہو کر آیا تھا پناہ لی بہت سے شہر میں یا شہر کے باہر چھپ گئے یہ جنگ اپنی جائے وقوع جبانۃ السبیع

---

[1] طبری ۱۱۶/۷ [2] انساب ۲۳۵/۵، طبری ۱۴۴/۷، ابن خلدون ۲۸/۳

کے نام سے مشہور ہے اور مختار کے کوفہ پر قابض ہونے کے دسویں ماہ ہوئی (ذوالحجہ ۶۶ھ) اس جنگ میں بتصریح مصنف اخبار الطوال ص۳۰۱ چالیس ہزار موالی اور غلاموں نے اہل کوفہ سے مقابلہ کیا تھا

قاتلین حسین کی سرکوبی | اس جنگ سے فارغ ہوتے ہی مختار نے ابن اشتر کو شامی دشمن کی مہم پر بھیجا، (۲۱ یا ۲۲ ذوالحجہ ۶۶ھ) اور دوسری طرف باغیوں اور قاتلین حسین کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا۔ اب اس وعدہ کے ایفاء کا وقت آگیا تھا جو اس نے کیسان کی معرفت غیر عرب سرداروں سے کیا تھا: اب اس ڈھیل اور حسن سلوک کے ردعمل کا بہترین موقعہ تھا جن کے ذریعہ اقتدار پانے کے بعد مختار نے غیر شیعی عناصر کی تالیف چاہی تھی اور جس میں اس کو ناکامی ہوئی، یہ قاتلین حسین بھی تھے اور باغی بھی لیکن ان کو سزا پہلے جرم کی دی گئی تاکہ شیعوں کے دل ٹھنڈے ہوں اور ان کے مطالبات انتقام جو مختار اب تک غیب دانی کے بہروپ سے ملتوی کرتا رہا تھا پورے ہوں اس طرح ایک طرف تو اس نے حکومت تباہ کرنے والے باغی عناصر کو تباہ کیا دوسری طرف اپنے آئین سیاسی کی سب سے پہلی شرط اور شیعوں کی انتقامی پیاس بجھائی۔

پانچسو باغی مشکیں باندھ کر ان ھمدانی (قبیلہ ھمدان سے متعلق) لوگوں کے گھروں سے نکالے گئے جو جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے ان میں سے صرف وہ گردن زدنی تھے جنہوں نے حضرت حسین کے قتل یا جنگ میں شرکت کی تھی اس موقع پر عربی و غیر عربی عصبیت کا خوب مظاہرہ ہوا ایک معزز عربی جو مختار کے مقربین میں تھا قتل کا نگراں مقرر کیا گیا اس کے پاس جب کوئی قیدی لایا جاتا تو اس کو چھوڑ دیتا اور غیر عرب کو قتل کرا دیتا ایک غیر عربی مقرب نے مختار سے اس امتیاز کی شکایت کی تو مختار نے سب قیدیوں کو اپنے سامنے حاضر کرایا اور حضرت حسین کی جنگ میں شریک ہونے والوں کو قتل کرانے لگا، اس طرح دوسو اڑتالیس آدمیوں کی گردن ماردی گئی ان میں بہت سے بے گناہ بھی مارے گئے اس موقع پر پرانی عداوتیں نکالی گئیں ان میں سے جس کسی سے کسی شیعہ کو کوئی شکایت تھی اس کو قتل حسین میں شرکت کرنے والوں کے زمرہ میں شامل کرکے مروادیا جاتا۔ مذکورا

۱؎ انساب ۵/۲۲۳، طبری ۷/۱۴۲، ابن خلدون ۳/۲۸ ۲؎ طبری ۷/۱۴۹ ۲۶ انساب ۵/۲۴۳

تعداد قتل ہونے کے بعد مختار کو علم ہوا کہ پرانی عداوتیں نکالی جا رہی ہیں تو اس نے بقیہ کو بغاوت نہ کرنے کا عہد لے کر معاف کر دیا۔[1]

حضرت حسین سے لڑنے والوں میں چار قبائلی لیڈر سرغنے تھے عمر بن سعد ابی وقاص، محمد بن اشعث، قیس بن اشعث، اور شمر بن ذی جوشن، ان میں عمر بن سعد اور محمد بن اشعث ابن زیاد کی طرف سے ان فوجوں کے کمانڈر تھے جو حسین سے لڑنے بھیجی گئی تھیں[2] مختار کے کوفہ پر قابض ہونے کے بعد یہ چاروں بھاگ گئے تھے اور جنگ سبیع کے موقع پر لوٹ کر انھوں نے باغیوں کے ساتھ مختار کا مقابلہ کیا تھا اس جنگ میں شکست کھا کر یہ چاروں دوسرے سرداروں کے ساتھ پھر بھاگے مختار نے موالی کے متعدد تیز گام دستے ان کے تعاقب میں بھیجے، شمر راستہ میں مارا گیا۔[3] قیس بن اشعث اس شرم سے کہ بصرہ والے اس کی مصیبت سے خوش ہوں گے کوفہ لیٹ کر روپوش ہو گیا۔ مختار نے گرفتار کرا کے اس کو قتل کر ڈالا۔ محمد بن اشعث اپنے ایک گاؤں میں جو کوفہ کے قریب تھا چھپ گیا مختار نے ایک رسالہ اس کی گرفتاری کے لئے بھیجا مگر وہ بھاگ نکلا اور بصرہ میں پناہ لی۔[4] سعد بن ابی وقاص کے لڑکے عمر نے مختار کے ایک مقرب کی پناہ لے لی اور اس نے مختار سے سفارش کر کے اس کو عہد امان دلوا دیا لیکن کچھ دن بعد ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ اس کو قتل کر دیا گیا یہ واقعہ دلچسپ ہونے کے علاوہ مختار اور ابن الحنفیہ کی شخصیت پر بھی روشنی ڈالتا ہے اس لئے قابل ذکر ہے[5] ابن حنفیہ سے ملاقات کر کے جب ایک معزز عربی کوفہ لوٹا تو مختار نے ابن الحنفیہ سے اس کی ملاقات کا حال پوچھا، اس نے کہا وہ آپ سے کبیدہ خاطر تھے انھوں نے کہا تھا بڑے تعجب کی بات ہے مختار ہمارے خاندان کا انتقام لینے کا مدعی ہے حالانکہ قاتلین حسین اس کے ہم نشین دوست ہیں اور شہر میں تجارت کرتے ہیں[6]۔ اس رپورٹ کا مختار پر گہرا اثر ہوا، اس کے سر پر خون سوار ہو گیا اور حضرت حسین کے قتل و جنگ میں شرکت کرنے والوں کا کھوج لگانے میں ہمہ تن مصروف ہو گیا سب سے پہلے اس نے عمر بن سعد بن ابی وقاص اور اس کے لڑکے کا خاتمہ کیا۔ اس نے اپنے محافظ گارڈ کے

---

[1] طبری ۱۲۱/۷ [2] انساب ۲۴۲/۵ [3] اخبار الطوال ص۳۰۳ [4] انساب ۲۳۸/۵ [5] انساب ۲۴۱/۵ [6] طبری ۱۷۰/۷، انساب ۲۳۴/۵

کمانڈر کیسان کو حکم دیا کہ چپکے سے عمر کے گھر جا کر اس کا سر کاٹ لے ایسا ہی کیا گیا اس وقت عمر کا لڑکا مختار کے حضور میں تھا، جب عمر کا سر آیا تو مختار نے اس سے پوچھا یہ سر کس کا ہے؟ وہ پہچان گیا اور بولا "اس کے بعد میرے لئے زندگی بے کیف ہے" مختار نے کہا بے شک اس کے بعد تم زندہ نہیں رہو گے۔ اس کا سر بھی اتار لیا گیا امان نامہ میں تھا اگر عمر نے کوئی حدث یعنی نامناسب حرکت نہ کی (حدث کے دوسرے معنی پیشاب پاخانے کے بھی ہیں) تو اس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ کسی نے عمر کے بعد مختار کو یہ عہد یاد دلایا کہ آپ نے اس کو اس شرط پر امان دی تھی اس سے کوئی نامناسب حرکت (بغاوت، نافرمانی وغیرہ) سرزد نہ ہو اور ایسا نہیں ہوا! مختار نے بے شرمی سے جواب دیا: "کیا خوب امان نامہ کے بعد کیا وہ پاخانہ نہیں گیا۔"

ان دونوں کے سر اس نے ابن الحنفیہ کے پاس بھیج دئے اور لکھا کہ میں پوری سرگرمی سے اہل بیت کے دشمنوں کو غارت کرنے میں لگا ہوا ہوں اور واقعہ بھی یہ ہے کہ جنگ کربلا میں حصہ لینے والوں میں سے جو کوئی اس کے ہاتھ لگا اس کو اس نے یا اس کے خون کے پیاسے شیعوں نے بے رحمی سے مثلہ کر کے اور تڑپا تڑپا کر ہلاک کر دیا اس تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوفہ کے دس ہزار غیر شیعی بھاگ گئے اور بصرہ جا کر پناہ لی۔[1]

انتظامی سرگرمیوں کی مزید تفصیلات جو مشہور تاریخوں میں نہیں ہیں مصنف اخبار الطوال نے ان الفاظ میں پیش کی ہیں مختار نے ابو عمرہ کیسان کو پولیس افسر مقرر کیا (دوسرے مورخ کیسان کو محافظ گارڈ کا افسر بتاتے ہیں) اور حکم دیا کہ ہزار کدال دار مزدوروں کا دستہ لے کر ان لوگوں کے گھروں کا کھوج لگائے جو حسین سے لڑنے نکلے تھے اور ان کو مسمار کرا دے: ابو عمرہ ایسے لوگوں سے خوب واقف تھا چنانچہ وہ کوفہ کا گشت لگاتا اور ایسے لوگوں کے گھر منٹوں میں گروا دیتا اور جو گھر والے باہر نکلتے ان کو قتل کرا دیتا اس طرح اس نے بہت سے گھر گروا دئے اور بہت سے لوگ مروا دئے وہ بڑی تن دہی سے لوگوں کے کھوج اور استفسار میں لگ گیا جس کو پکڑتا قتل کر دیتا اور اس کے مال و متاع

---

[1] اخبار الطوال ص۳۱

نیز ماہانہ یا سالانہ تنخواہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی فارسی کے نام زد کر دیتا[1]۔ اس خونی ڈرامہ میں بعض مثالیں ایسی بھی ہیں جب مختار نے بعض چھوٹے مجرموں کو معاف کر دیا! یہ معافی جیسا کہ ہم کو توقع کرنا چاہیے ڈپلومٹیک قسم کی تھی! ایک عربی (عبدالرحمٰن خزاعی) نے جنگ کربلا میں حصہ لیا تھا اس کو قتل کے لئے مختار کے سامنے لایا گیا، اس نے کہا آپ مجھ کو اس وقت تک قتل نہیں کریں گے جب تک بنی امیہ پر فتح نہ حاصل کرلیں گے شام آپ کے زیر نگیں نہ آجائے گا اور آپ دمشق کو گرا کر اس کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دیں گے اس وقت آپ مجھے پکڑیں گے اور لب دریا ایک درخت پر جو اس وقت میری آنکھوں کے سامنے ہے مجھے سولی دیں گے یہ سن کر مختار اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور بولا: "یہ شخص لڑائیوں کا عالم معلوم ہوتا ہے اس کو قید میں ڈلوا دیا گیا جب رات ہوئی تو مختار نے اس کو بلایا اور کہا: "اے خزاعی موت کے وقت ظرافت؟" اس نے کہا: "امیر آپ کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ بلا وجہ آپ مجھے نہ ماریں" مختار نے پوچھا تم شام سے یہاں کیوں آئے" اس نے کہا ایک شخص پر میرے چار ہزار درہم قرض ہیں وہ لینے آیا تھا" مختار نے اس کو چار ہزار درہم دئے اور کہا راتوں رات کوفہ سے نکل بھاگو ورنہ صبح ہوتے ہی قتل کردوں گا[2]۔ ایک دوسرا مجرم سراقہ نامی کوفہ کے باغیوں میں سے لایا گیا آتے ہی اس نے مختار کے بہروپ کو گدگدایا، دو شعر پڑھے جن میں مختار سے بغاوت پر پشیمانی کا اظہار تھا، پھر کہنے لگا اگر صرف آپ لوگ ہم سے لڑتے (یعنی کوفہ کے باغیوں سے) تو ہم کو شکست نہ دے سکتے" مختار نے پوچھا: "تو پھر تم سے اور کون لڑا؟" اس نے کہا "روشن چہرے والی فوج جو بھورے گھوڑوں پر سوار تھی" مختار نے سادگی سے کہا یہ تو ملائکہ تھے خیر چونکہ تو نے ان کو دیکھ لیا ہے میں ان کی خاطر تجھ کو چھوڑے دیتا ہوں" وہ بھاگ کر بصرہ چلا گیا وہاں مختار کی ہجو میں شعر کہے[3]

انتقامی تحریک کا فوری اثر تو مختار کے حق میں ہوا اور وہ یہ کہ شیعہ دل و جان سے اس کے

---

[1] اخبار الطوال صفحہ ۳۰۰ مصنف اخبار الطوال نے یہ واقعہ جس جگہ لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ مختار نے انتقامی کارروائی کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد ہی شروع کر دی تھی، اہل کوفہ کی بغاوت کے بعد نہیں جیسا کہ دوسرے مورخوں نے لکھا ہے

[2] اخبار الطوال صفحہ ۳۰۷ [3] اخبار الطوال صفحہ ۳۰۹

معتقد ہو گئے اس کو انسان سے ماوراء ہستی سمجھنے لگے کرسی ایک روحانی ادارہ بن گئی مختار کو غیب داں تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن دوسری طرف یہ اس کی ہلاکت کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوئی۔ جن لوگوں کو قتل کیا گیا تھا ان کے اعزاء عربی قانونِ انتقام کے مطابق اپنے رشتہ داروں کا بدلہ لینے پر مجبور تھے چنانچہ اب ان کی تحریکِ انتقام شروع ہوئی جس کی بنیادیں بصرہ میں استوار کی گئیں اور جلد ہی مختار کے اقتدار کا نو تعمیر قلعہ ٹوٹ پھوٹ گیا جیسا کہ اوپر بیان ہوا کوفہ کے دس ہزار آدمی بھاگ کر بصرہ چلے گئے تھے اور وہاں اپنے قبیلہ و خاندان کے لوگوں سے مختار کے مظالم کا شکوہ کرکے ان کے جذبات کو مشتعل کر دیا تھا۔ ۶۷ھ کے شروع میں یعنی جنگ کوفہ کے ڈیڑھ دو ماہ بعد ابن زبیر کی طرف سے ان کا بھائی مصعب بصرہ اور کوفہ کا گورنر ہو کر بصرہ آکر فروکش ہوا اور کوفہ سے بھاگے ہوئے لوگوں کی داستانِ غم اس کو معلوم ہوئی کوفہ کے قبائلی سردار اس سے ملے اور اس موجِ خون کا ذکر کیا جو ان کے سر سے گذری تھی ایک قبائلی سردار شبث بن ربعی کی بدحواسی و سراسیمگی یہاں ذکر کے لائق ہے وہ ایک خچر پر سوار تھا جس کی دم اور کانوں کے سرے اس نے کاٹ دیئے تھے اپنی قبا پھاڑ ڈالی تھی اور مصعب کے محل کے دروازہ پر کھڑے ہو کر "ہائے مدد، "ہائے مدد" کے نعرے لگا رہا تھا۔[1] شبث، محمد بن اشعث جو مختار کے تعاقبی رسالہ سے بھاگ نکلا تھا اور دوسرے معزز کوفیوں کا ایک وفد مصعب سے ملا اور اپنے مصائب، اپنے غلاموں اور موالی کی سرکشی اور بغاوت کے حالات سے اس کو مطلع کیا اور بلا تاخیر مختار پر حملہ کرنے کی درخواست کی مصعب کوفہ کا گورنر بھی نامزد ہوا تھا اور بہرحال اس کو مختار سے لڑنا تھا ان زخم خوردہ کوفیوں سے اس کو بڑی تقویت ہوئی لیکن مختار ایک خوفناک حریف تھا، اس کی فارسی فوج جیسا کہ کسی عرب سردار نے کوفہ کے باغیوں کو روکنے کے لئے کہا تھا عربی شجاعت اور فارسی نفرت سے لڑتی تھی اور مختار کے روحانی بہروپ اور کرسی کی کرامتوں نے ان کے حوصلے بڑھا دیئے تھے اور عربوں کے سماجی و سیاسی استبداد کے مقابلہ میں وہ ہر وقت جان کی بازی لگانے کے لئے تیار تھے۔ (باقی آئندہ)

---

[1] طبری ۱۴۷/۷، انساب ۲۵۱/۵

مختار بن ابی عبید الثقفی

از

(ڈاکٹر خورشید احمد فارق ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

(۵)

اس صورت حال کو سمجھتے ہوئے مصعب نے ان لوگوں سے کہا کہ جب تک مہلب اور اس کی آزمودہ کار اور وفادار فوجیں ہمارے ساتھ نہ ہوں ہم مختار کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ نہیں کر سکیں گے مہلب نے بصرہ اور اہواز کے علاقوں کو خوارج کی تباہ کاریوں سے جن کے مقابلہ میں اہل بصرہ بار بار ناکام ہوئے تھے نجات دلا کر اور ان کے ناقابل تسخیر جانباز دستوں کو ہر جگہ شکست دے کر بڑا نام پیدا کر لیا تھا، مختار کے مقابلہ میں اس جیسے ماہر جنگ اور اس کے وفادار ازدی (مہلب قبیلہ ازد سے تھا اور اپنے قبیلہ والوں کی ایک بہادر فوج تیار کی تھی) فوجوں کا ہونا ضروری تھا اس وقت وہ صوبہ کرمان میں خوارج سے دست و گریباں تھا اور آنا نہ چاہتا تھا مصعب کی تحریک سے محمد بن اشعث (کوفہ کا قبائلی سردار) بہ نفس نفیس مہلب کو کوفہ کی مہم میں شرکت کی ترغیب دینے گیا، مہلب نے تعجب سے پوچھا: "ابو محمد (ابن اشعث کی کنیت جو عربوں میں خطاب احترام تھی) کیا مصعب کو تمہارے علاوہ کوئی پیغامبر نہیں ملا؟" ابن اشعث نے کہا: "اے ابو سعید (مہلب کی کنیہ) بخدا میں بجز اپنی عورتوں اور بچوں کے کسی کا پیغامبر ہو کر نہیں آیا ہوں"[1] مہلب اب مجبور ہو گیا اس نے خوارج کے کمانڈر قطری بن فجاءۃ سے اٹھارہ ماہ کے لئے عارضی صلح کر لی اور اپنے بہادر سپاہیوں کے ساتھ بصرہ آ گیا اب مصعب کا کیمپ تیار ہونے لگا اس نے کوفی سرداروں کے مشورہ سے ایک کوفی سردار کو کوفہ کے غیر شیعی عناصر میں ابن زبیر کی خلافت کا اور مختار سے

[1] انساب ۲۵۲/۵، طبری ۱۴۱/۷ میں یہ الفاظ اور ہیں جن کو ہمارے موالی اور غلاموں نے ہم ... نعاین لیا [2] الاخبار الطوال ص ۲۹۱

لڑنے کا پروپیگنڈہ کرنے بھیج دیا۔

مختار کو جب ان امور کا علم ہوا تو اس نے بجائے اس کے کہ خود اس پر حملہ آور ہو بصرہ پر حملہ کر کے وہاں کی جارحانہ قوت کو توڑنے کا فیصلہ کیا ابن زیاد عراق کی مہم پر مارا جا چکا تھا ابن اُلغتر موصل کے صوبہ کا منتظم تھا اس کے ساتھ جو فوج گئی تھی وہ کوفہ واپس آگئی تھی مختار نے شیعوں میں گرمی جنگ پیدا کرنے کے لئے یہ تقریر کی "سچے مذہب والو اور راست بازی کے معاونو، کمزوروں کے مددگارو، اور رسول وآل رسول کے شیعو اور اے خدائی فوجدارو جو لوگ تمہاری تلوار سے بچ کر بھاگ گئے اپنے جیسے فاسقوں کے پاس گئے اور ان کو جنگ کے لئے آمادہ کیا تاکہ حق وراستبازی ماری جائے اور جھوٹ وباطل کا بول بالا ہو اور زمین پر ڈلیا لے حق مغلوب ہوں، پس لڑنے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ خدا تم پر رحم کرے اور احمر بن شمیط کی قیادت میں نکل کھڑے ہو"۔

چالیس ہزار شیعوں کا ایک لشکر (اخبار الطوال نے تعداد ساٹھ ہزار دی ہے) احمر بن شمیط کوتوال شہر ابن کامل اور کیسان ابو عمرہ (کمانڈر محافظ) کی کمان میں بصرہ کی طرف روانہ ہوا اور مقام مذار پر کیمپ کیا مصعب کی فوجیں جن کے دو ممتاز جنرل مہلب متوفی ۸۲ھ اور احنف بن قیس متوفی ۷۲ھ تھے مذار کے قریب فروکش ہوئیں پھر دونوں لشکر دست و گریبان ہوئے، مختار کی فوجوں کو شکست ہوئی ان کے کمانڈر احمر بن شمیط اور ابن کامل مارے گئے شکست خوردہ فوج کوفہ کی طرف بھاگی، مصعب نے ان لوگوں کو للکارا جو کوفہ سے بھاگ کر آئے تھے: "جاؤ اپنا انتقام لو! اور وہ ہر طرف سے شیعوں پر ٹوٹ پڑے" ان کے علاوہ مصعب نے تیز گام رسالے مفرورین کے تعاقب میں بھیجے جنہوں نے بری طرح ان پر چھاپے مارے نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس یا ساٹھ ہزار میں سے گھوڑ سواروں کی ایک مختصر جماعت کوفہ پہنچ سکی باقی سب راستہ میں کھیت رہے۔

جنگ مذار نے مختار کے اقبال کی بنیادیں ہلا دیں اس کو جتنا عسکری نقصان ہوا اس سے زیادہ اس کی اخلاقی حیثیت کو زک پہنچی، اب تک وہ نبی اور غیب دان تھا جس کے تصرف میں مافوق الانسان قوتیں تھیں، فرشتوں کے لشکر جس کے ساتھ لڑتے تھے جس کی بات ہمیشہ صحیح نکلتی تھی، جس کی روحانی

ا۔ اخبار الطوال ص ۳۱۱

قوت و کرامت ناقابل تسخیر خیال کی جاتی تھی، اس نے جب فوج بھیجی تھی تو اپنے الہامی انداز میں پیشین گوئی کی تھی کہ مُصعب کی فوج کو شکست ہوگی اور کرسی کے روحانی معتبروں نے بھی کہا تھا کہ فتح ہوگی مختار کے الفاظ یہ تھے "قسم ہے اس خدا کی جس نے ابو القاسم (رسول اللہ کی کُنیّت) کو عزت عطا کی ابن شمیط سلامتی کے ساتھ بصرہ میں داخل ہوگا، خدا کا یہ فیصلہ اٹل ہے، شک کرنے والا نامراد ہوگا، میں نے اس کے ساتھ ایک جھنڈا بھیجا ہے جس کو کسی ہاتھ نے کاتا ہے نہ کسی بننے والے نے بنا ہے" اس جھنڈے کو اس نے تہ کرکے ایک کپڑے میں باندھ کر مہر لگا دی تھی اور ابن شمیط کو تاکید کی تھی کہ دن کے ایک مقررہ وقت پر اس کو کھولے پھر اس کا پھریرا بنا دے، دشمن اس کی طرف دیکھتے ہی شکست کھا کر بھاگ جائے گا[1]

کمزور طبیعتوں پر جس قدر جلد اعتقاد کا رنگ چڑھتا ہے اس سے زیادہ جلد ڈھل جاتا ہے، اس شکست سے شیعوں پر ایک عام ذہنی اضمحلال طاری ہوگیا، جب شکست کی خبر کوفہ پہنچی تو بعض فارسی معتقدین نے آپس میں بزبان فارسی کہا: "ایں بار دروغ گفت" یعنی اس بار تو مختار کی پیشین گوئی جھوٹی نکلی[2]

خود مختار کو اقبال کا تارہ غروب ہوتا نظر آنے لگا لیکن وہ بڑے دل گردے کا آدمی تھا، جب اس کو جنگ کی تباہی کی خبر پہنچی تو اس کے پاس اس کا ایک دوست، ہم وطن اور ہم قبیلہ (ابن ابی عمیر الثقفی) بیٹھا ہوا تھا، مختار نے اس کے کان میں کہا: "بخدا میں نے غلاموں کو (موالی و غلام جو جنگ مذار میں کام آئے) اس طرح قتل کیا ہے کہ اس کی مثال آج سے پہلے نہیں سنی گئی پھر اس نے ایک ایک کرکے اپنے کارآزمودہ عرب جنرلوں مثلاً احمر بن شمیط اور ابن کامل کے نام لئے اور نہایت حسرت سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک جنگ میں برے بڑے دشمنوں پر بھاری تھا، دوست نے کہا: "واقعی یہ مصیبت بڑی ہولناک ہے" مختار فلسفی کے انداز میں بولا: "موت تو آکر رہے گی میں نہیں سمجھتا ابن شمیط کی موت سے زیادہ اچھی موت ہو سکتی ہو، شریفوں کی موت کا کیا کہنا"[3]

مختار نے آخری مقابلہ کی تیاری شروع کردی: قلعہ اور مسجد جامع کو خوب مستحکم کیا، از سر نو لشکر

---

[1] انساب ۲۵۵/۵ [2] طبری ۱۴۱/۷ [3] انساب ۲۵۸/۵

دوسری فوج مسلح کی اور سامان خورد و نوش اور ہتھیاروں کے ذخیرے جمع کئے مصعب نے جنگ مذار سے فارغ ہونے کے بعد اپنی افواج کو چند سے آرام کا موقع دیا پھر راہ آب کوفہ کا رخ کیا مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے دشمن کی تیز حرکت کو روکنے کی ایک تدبیر نکالی اس نے دجلہ کے بالائی حصے پر ایک ڈام بندھوا کر پانی کا رخ بدل دیا، دریا کی زیریں حصے میں کشتیاں پانی رک جانے کی وجہ سے دلدل میں پھنس گئیں اور ان کی پیشقدمی رک گئی لیکن یہ تدبیر زیادہ موثر ثابت نہیں ہوئی جہاں ڈام باندھا گیا تھا اس کی حفاظت کا مختار نے کوئی مناسب انتظام نہیں کیا، مصعب نے ایک رسالہ ڈام توڑنے بھیجا اور پھر کشتیاں رواں ہوگئیں، مختار نے کوفہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر بمقام حرورار جہاں سب سے پہلے خارجی حضرت علیؓ سے ناراض ہو کر صفین سے واپسی پر فروکش ہوئے تھے اپنا کیمپ لگایا اور دشمن سے مقابلہ کے لئے اپنی بیس ہزار[1] فوج کی ترتیب درست کی مصعب نے اپنی فوجیں پانچ حصوں میں تقسیم کیں، کوفہ سے بھاگے ہوئے لوگوں کا محمد بن اشعث کمانڈر تھا دونوں فوجوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی جس میں مختار کا نقصان بہت زیادہ ہوا، وہ برابر پیچھے ہٹتا گیا یہاں تک کہ رات ہوتے ہوتے وہ حدود کوفہ میں پہنچ گیا، یہاں اس نے انتہائی بہادری سے مصعب کے اگلے دستوں پر شب خون مارے محمد بن اشعث مارا گیا اور اس کی کمان میں کوفہ کے جو بہادر تھے اکثر کھیت رہے۔ ان معرکوں میں حضرت علیؓ کے لڑکے عمر[2] بھی مارے گئے ان کا قصہ یہ ہے کہ حجاز سے مختار کے پاس کسی منصب کی خاطر گئے تھے مختار نے نہ جانے کیوں ان کے ساتھ بے التفاتی برتی اور پوچھا ابن الحنفیہ کا سفارشی خط لائے ہو؟ عمر نے انکار کیا تو مختار نے کہا: "جاؤ دفع ہو میرے پاس تمہارے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے" عمر غصہ نفرت اور انتقام کا جذبہ لئے ہوئے مصعب سے جا ملے، مصعب نے ان کی بڑی خاطر تواضع کی ایک لاکھ درہم کا عطیہ دیا، عمر کی وفاداریاں کلیۃً مصعب کے ساتھ ہوگئیں۔ مختار کی فوجوں سے لڑتے ہوئے انہوں نے جان دی[3]۔

رات کے پردہ میں مختار کی فوجیں میدان سے لوٹ آئیں۔ اس کے ساتھیوں کے حوصلے پست

۱؎ یہ تعداد طبری ۱۶۰/۷ نے واقدی کی شہادت پر دی ہے ۲؎ انساب ۲۶۰/۵ نے عمر کی جگہ عبیداللہ نام دیا ہے طبری ۱۶۰/۷ نے بھی عبیداللہ لکھا ہے ۳؎ اخبار الطوال ص۳۱۳

ہو چکے تھے اپنی قوت کارکردگی اور مختار کی غیب دانی سے ان کا اعتقاد ہٹتا جا رہا تھا بصرہ کی فوجیں جب اپنے کیمپ لوٹ گئیں تو انھوں نے مختار کو محصور ہو کر لڑنے کا مشورہ دیا اس نے کہا میں محل چھوڑ کر اس لئے نہیں آیا ہوں کہ محل میں محصور ہو جاؤں، تاہم چونکہ دشمن پیچھے ہٹ گیا ہے چلو محل چلیں، مختار نے محسوس کر لیا کہ میری فوج کا دم خم ختم ہو چکا ہے۔

مصعب نے قلعہ کا محاصرہ کر کے شہر کی ناکہ بندی کر لی، اور سامان خورد و نوش کی محل میں در آمد پر کڑا پہرہ لگا دیا، اس نے فیصلہ کر لیا کہ یا تو مختار بلا شرط ہتھیار ڈال دے یا اس کو اور اس کی فوجوں کو بھوکا مار ڈالا جائے شہر کے لوگ دریائے فرات کا پانی پیتے تھے کنووں کا پانی کھاری تھا پانی کی روک سے محصورین کی حالت نازک ہوتی گئی ایک مشک پانی کی قیمت ایک اور دو دینار تک پہنچ گئی، مختار روز محل سے نکل کر معمولی جھڑپیں کر کے لوٹ جاتا جب وہ اور اس کے دستے باہر نکلتے تو اہل کوفہ چھتوں پر سے پتھر، کوڑا اور گندگیاں پھینکتے اور یا ابن دومہ (مختار کی ماں کا نام دومہ تھا) یا ابن دومہ کی آوازیں لگاتے طبری کہتا ہے کہ اہل قلعہ بھوکوں مرنے لگے۔

چالیس دن تک مختار محصور رہا[1] اس کی فوج میں دشمن کے مقابلہ کی تاب نہ تھی، وہ بہت کوشش کرتا تقریریں اور اپیلیں کرتا، عزت و شرافت کا واسطہ دیتا لیکن ان میں حرارتِ جنگ پیدا نہ ہوتی عقیدت کا وہ جادو جوان کی قوتِ ارادی پر حکمراں تھا بے اثر ہو چکا تھا، جب وہ ان کی طرف سے مایوس ہو گیا تو اس نے خود دشمن سے لڑتے ہوئے جان دینے کا عزم کر لیا اس نے اپنی بیوی سے جو غالباً شہر میں تھی اپنے کفن کا سامان منگوا بھیجا، غسل کیا، جسم اسر اور ڈاڑھی میں خوشبو لگائی اور انیس جانبازوں کے ساتھ محل سے نکل پڑا، چلنے سے پہلے اس نے اپنے ایک مخلص ساتھی سائب سے کہا "چلو خاندانی شرافت کے لئے لڑیں" سائب نے تعجب سے پوچھا "لوگ تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ نے دین کی خاطر اہل بیت کی دعوت دی ہے" مختار نے کہا "میری جان کی قسم یہ بات نہیں ہے اہل بیت کی دعوت میں نے دنیا کی خاطر دی ہیں نے دیکھا کہ عبدالملک شام پر، ابن زبیر حجاز پر، مصعب بصرہ پر، نجدہ یمامہ

---

[1] طبری ۷/۱۴۰ بروایت واقدی چالیس دن تک بجائے چار ماہ کی مدت بیان کرتا ہے۔

پر (حسین کے قتل کے بعد نجدہ یمامہ پر قابض ہو گیا تھا طبری ۳/۷) پر قابض ہو گئے ہیں تو میں نے بھی ان کی تقلید کی کیونکہ میں ان میں سے کسی کے مقابلہ میں کم نہیں ہوں لیکن مجھے اپنے مقصد کے حصول میں انتقام حسین کی تحریک چلائے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی تھی۔

یہ راز حبس کے پردہ میں اس نے اپنے اقتدار کی تعمیر کی تھی منکشف کر کے اس نے گھوڑا اور زرہ بکتر منگوایا، زرہ بکتر پہن کر گھوڑے پر سوار ہوا اور حکم دیا کہ قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے بعض مورخ (مثلاً طبری ۱۰۵/۷) کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ صرف انیس[19] جانباز نکلے تھے مصنف اخبار الطوال کہتا ہے یہ چھ ہزار* سے زیادہ تھی (یعنی کل فوج)، جو دشمن کا تھوڑی دیر مقابلہ کر کے قلعہ میں بھاگ گئی اور مختار کے ساتھ اس کے محافظ دستہ کے تین سو آدمی رہ گئے، مصعب کا ایک رسالہ مختار اور قلعہ کے درمیان حائل ہو گیا اور وہ زیر دیوار قلعہ لڑتا ہوا مارا گیا۔ ۱۴ رمضان ۶۷ھ بقول طبری اور ۶۹ھ بقول مصنف انساب الاشراف۔

وہ چھ ہزار جو مختار کو چھوڑ کر قلعہ میں بھاگ گئے تھے دو[2] ماہ تک محصور رہے یہاں تک کہ کھانے پینے کا سامان بالکل ختم ہو گیا[2]۔ وہ اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار تھے کہ ان کی جان بخش دی جائے لیکن جان بخشی عربی دستورِ انتقام کے خلاف تھی ان سے بلا شرط ہتھیار رکھنے کا مطالبہ کیا گیا، بھوک سے مجبور ہو کر ان کو ایسا ہی کرنا پڑا۔ ان میں دو[3] ہزار عرب (طبری ۱۶۰/۷ بتصریح واقدی تقریباً[3] سات سو تھے) اور چار ہزار غیر عرب، مصعب چاہتا تھا کہ عربوں کو معاف کر دیا جائے اور غیر عربوں کو مار ڈالا جائے اس نے اس باب میں احنف بن قیس (قبیلۂ تمیم کا عاقل ترین عرب جو بصرہ کی فوجوں کے ساتھ کمانڈر کی حیثیت سے آیا تھا) سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ سب کو معاف کر دو کیونکہ خدا ترسی کا مقتضا یہی ہے[4] لیکن عام عربوں اور بالخصوص کوفہ کے ان عربوں نے جو مختار سے بھاگ کر بصرہ چلے گئے تھے اور جن کا خون انتقام کی گرمی سے کھول رہا تھا اس مشورہ کی سخت مخالفت کی اور صاف صاف کہہ دیا کہ اگر

---

[1] اخبار الطوال ص۳۱۲ [2] یہ روایت اخبار الطوال کی ہے، طبری ۱۵۶/۷ کی تصریح کے مطابق مختار کے قتل کے دوسرے دن ہی اہل قلعہ نے ہتھیار ڈال دئے تھے * مصنف الامامہ والسیاستہ نے (۲۲/۲) ان کی تعداد آٹھ ہزار دی ہے [3] اخبار الطوال ص۳۱۳

ہماری وفاداری عزیز ہے توان کو تہ تیغ کر دیا جائے ۔ چنانچہ ان کی گردن مار دی گئی ۔

اب مصعب مختار کے گھر والوں کی طرف متوجہ ہوا، مختار کی ایک لڑکی کے علاوہ جس کے سر پر ہاتھ پھیر کر وہ صلی اللہ علیہا المسیح کہا کرتا تھا اور کسی اولاد کا مورخوں نے ذکر نہیں کیا اس کی دو بیویاں تھیں ایک سمرۃ[1] ابن خباب کی بیٹی تھی، دوسری نعمان بن بشیر انصاری کی جن کو حضرت حسن سے مصالحت کے بعد معاویہ نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا ان دونوں سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ مختار کے جھوٹا و مفتری ہونے کی شہادت دیں سمرہ کی لڑکی ام ثابت نے یہ شہادت دے دی لیکن دوسری بیوی عمرہ نے انکار کر دیا اور کہا میں تو کہتی ہوں وہ خدا کے نیک بندوں میں سے تھا، اس کو قید کر دیا گیا مصعب نے اپنے بھائی خلیفہ ابن زبیر کو لکھا کہ وہ مختار کو نبی کہتی ہے ابن زبیر نے اس کے قتل کا حکم لکھ بھیجا چنانچہ رات کے وقت کوفہ سے باہر ایک سپاہی نے اس پر تلوار کے تین وار کر کے مار ڈالا، ہر وار پر وہ چیختی "ہائے میرے ابا، ہائے میرے رشتہ دارو"[2]

مختار کی خارجی سیاست

ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ایک بار مشہور دانائے سیاست مغیرہ نے مختار سے کہا تھا کہ ایک سمجھدار معاملہ فہم شخص کے لئے اقتدار حاصل کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ خلافت اور انتقام اہل بیت کی تحریک چلائے اور اس میں کامیابی کے لئے موالی کو استعمال کرے[3] ۔ یہ الفاظ مختار کے دل میں پیوست ہو گئے تھے ۔ ہم مختار کی زندگی کے آخری سین میں خود اس کی زبانی پڑھ آئے ہیں کہ اس کا مقصد جاہ طلبی تھا اور اہل بیت کی تحریک اس مقصد کو حاصل کرنے کا ایک مضبوط آلہ کار تھی اس تحریک کے پردہ میں اس کے تقدس کو بڑھانے اور سادہ طبیعت لوگوں کے اعتقاد و مذہبی جوش کو کلیتہً اپنے مقصد کا وفادار بنانے کے لئے اس نے جو روحانی بہروپ اختیار کیا اس کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے اس کی خارجی سیاست میں بھی اس کی اس پالیسی کے سارے خد و خال نمایاں ہیں ذیل میں ہم ابن الحنفیہ، ابن الزبیر، اہل بصرہ اور شام سے اس کے تعلقات بیان کر کے اس کی ان جنگوں کا ذکر کریں گے جو اٹھارہ ماہ کے مختصر دورِ اقتدار میں جیسا کہ طبری وغیرہ کی رائے ہے یا ساڑھے تین سال میں جیسا کہ مصنف انساب الاشراف کا خیال ہے

---

[1] قبائلی سردار جس کو حکومت کی طرف سے کئی معزز عہدے ملے تھے [2] انساب ۲۶۴/۵، طبری ۱۰۸/۷ [3] انساب ۲۲۳/۵

اس کو پیش آئیں۔

(الف) مختار کے ابن الحنفیہ سے تعلقات

مختار اہل بیت کی تحریک چلانے جب مکہ سے کوفہ روانہ ہوا تو حضرت حسین کے چھوٹے بھائی ابن الحنفیہ (متوفی ۸۱ھ) سے جو جنگ کربلا میں شریک نہیں ہوئے تھے ملا اور ان سے کوفہ کے شیعوں میں تحریک انتقام و خلافتِ اہل بیت چلانے کی اجازت مانگی لیکن ابن الحنفیہ نے جو اپنے باپ اور بھائیوں کی سیاسی ناکامیوں کے پیش نظر سیاسی معاملات سے کنارہ کش ہو گئے تھے مختار کو ایک مبہم جواب دیا جس سے اجازت کی تصریح نہیں ہوتی تھی پھر اس کی دعوت کے دوران میں کوفہ کے قرّاء یعنی قرآن خوانوں کا ایک وفد ابن الحنفیہ سے تحریکِ مختار کی تصدیق کرنے جب آیا تب بھی انھوں نے اس تحریک کی صاف صاف تائید نہیں کی بلکہ حسب سابق ابہام سے کام لیا اور گو کہ اس وفد نے مختار اور اہل کوفہ کے سامنے غلط بیانی کی مختار کو حقیقت کا پتہ چل گیا تھا ابن الحنفیہ کی اس بے التفاتی سے اس کو ڈر تھا کہ نہ جانے کس وقت اور کس مرحلہ پر ان کی طرف سے مخالفت ہو جائے یا وہ کوئی ایسی بات کر دیں جس سے اس کی تحریک اور اس پوزیشن کو جو ان کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اس کو حاصل تھی کوئی نقصان پہنچ جائے اس لئے کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے اپنی تحریک کا مرکزِ ثقل ابن حنفیہ کی جگہ حضرت حسین کے لڑکے علی کو بنانے کی کوشش کی چنانچہ اس نے بہت سار روپیہ اور تحفے ان کو بھیجے اور ایک دل موہ لینے والا خط لکھا جس میں اس نے کہا میں آپ کی خلافت کا چرچا کر رہا ہوں، میں آپ کا نہایت مخلص وفادار ہوں اور اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے ایجنٹ کی حیثیت سے آپ کے لئے بیعت خلافت لے لوں علی اس کی پالسی سے اور مقاصد سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے انھوں نے نہ تو اس کے تحائف قبول کئے نہ خط کا جواب دیا بلکہ مسجد نبوی میں جا کر برملا اس کو گالیاں دیں، اس کو کذّاب و فاجر کہا جس کا مقصد اہل بیت کی محبت کے دعووں سے دنیا طلبی تھا۔

جب مختار علی سے مایوس ہو گیا تو اس نے ابن الحنفیہ کو تحفے تحائف اور روپئے بھیجے اور اسی قسم کا خط ان کو بھی لکھا جیسا کہ علی کو لکھا تھا اور خلافت کے خوشنما وعدوں سے ان کی اخلاقی و عملی تائید چاہی،

لیکن علی ابن الحنفیہ کے آڑے آئے اور کہا: یہ اس کی چالیں ہیں جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو اپنا مطیع بنانا چاہتا ہے اس کا ظاہر باطن ایک نہیں ہے بلکہ وہ تو اہل بیت کا دشمن ہے اور ضروری ہے کہ اس کی مکاری کا پول کھول دیا جائے اور علی الاعلان لوگوں کو اس کے ہتھکنڈوں سے باخبر کر دیا جائے۔" ابن الحنفیہ مشورہ کے لئے ابن عباس سے ملے، ابن عباس (متوفی ۶۹ھ) حضرت علیؓ کے پوتے پانچ سالہ دور خلافت میں بصرہ کے گورنر رہے تھے، دوراندیش آدمی تھے، ابن الحنفیہ نے ان سے مختار کی پیشکش اور علیؓ کی مخالفت کا تذکرہ کیا، ابن عباس نے کہا: "تم ہرگز مختار کی مخالفت کا کلمہ زبان سے نہ نکالنا تمہیں کیا معلوم ابن زبیر (جنہوں نے مکہ میں اعلان خلافت کر دیا تھا) سے تمہاری کس طرح بنتی ہے۔" ابن الحنفیہ نے اس رائے پر عمل کیا اور مختار کے خلاف علی بن حسین کی تجویز کے علی الرغم برملا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالا[1]

ابن عباس کا مشورہ مختار کے دل کی آواز تھا وہ یہی چاہتا تھا کہ ابن الحنفیہ اس کے خلاف کچھ نہ کہیں اور وہ ان کے نام سے اپنی امنگوں کی تعمیر کرتا رہے تاہم وہ برابر ان کو خوش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس مشورہ کے لئے ابن عباس کا وہ تہ دل سے ممنون تھا وہ اہل بیت سے تھے (۱۳۲ھ ان کے خاندان نے بنو امیہ سے سیاسی اقتدار چھین کر عباسی خلافت قائم کی) جن کی اہمیت مذہبی و اجتہادی امور میں بالخصوص مسلم تھی اس لئے مختار کو ان کی اخلاقی تائید بھی عزیز تھی، وہ ابن الحنفیہ کی طرح ان کو بھی باقاعدگی کے ساتھ تحفے تحائف بھیجنے لگا[2]، اور اس کو ان کی اخلاقی تائید ہمیشہ حاصل رہی اس کی شہادت اس واقعہ سے ملتی ہے کہ اس کی موت کے بعد ابن زبیر نے جب فاتحانہ انداز سے اس کے قتل کا ان سے ذکر کیا تو ان کے خدوخال غم آلود ہو گئے: "ابن زبیر نے کہا تم کو ابن ابی عبید کے قتل کا افسوس ہے، تمہارے خیال سے وہ کذاب نہ تھا؟ ابن عباس نے جواب دیا ہم تو یہ نہیں کہہ سکتے وہ ہمارے دشمنوں سے لڑا ان سے ہمارے خون کا بدلہ لیا اور ہمارے دلوں کی آگ بجھائی۔" یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ ابن زبیر اور اہل بیت میں سیاسی و خاندانی دشمنی تھی

---

[1] مروج الذہب حاشیہ تاریخ کامل ۹-۱۵۵/۶ [2] انساب ۲۷۲/۵ [3] انساب ۲۷۰/۵

اور ہر ایک فریق دوسرے کو مقتدر دیکھنا گوارا نہ کرتا تھا اس کے بعد ابن زبیر کے لڑکے عروہ کی ابن عباس سے ملاقات ہوئی تو اس نے شان سے کہا: "ابن عباس آپ کے رب نے جھوٹے مختار کو غارت کر دیا اور اس کا سر آگیا ہے" ابن عباس نے طنز سے کہا: "ابھی ایک گھاٹی تمہارے لئے باقی ہے (اشارہ عبدالملک بن مروان کی طرف ہے جو دمشق میں خلیفہ تھا) اگر تم اس کو پار کر لو تو بس تم ہی تم ہو گئے" ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابن عباس کی موجودگی میں جب کسی نے مختار کا ذکر کیا تو انھوں نے یہ دعا دی صلی علیہ الکرام الکاتبون۔[۲]

اپنی مختصر درخشندگی کے زمانہ میں وہ بظاہر ابن الحنفیہ کا وفادار رہا ان کی ذات میں تحریک کا مرکز ثقل اور اپنی کاسیابیوں کا محور تھا وہ بے ضرر تھے کیونکہ سیاست سے انھوں نے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، اس نے امام مہدی، وصی بن وصی اور نبی کے بعد بہترین بشر کے لڑکے کے رعب دار اور اچھوتے القاب دے کر ان کے ذریعہ ابن الحنفیہ کا دل موہ لیا اور شیعوں کی وفاداری پر مہر عقیدت لگا دی۔ اپنی سیاسی و خانگی پابندگی کے لئے ان کی خوشنودی اس کو اتنی عزیز تھی کہ ایک موقع پر جب اس کو معلوم ہوا کہ ابن الحنفیہ نے کہا کہ مختار اہل بیت کا دوست بنتا ہے حالانکہ ان کے قاتل اور دشمن اس کی خدمت میں ہیں اور شہر میں بے خطر کاروبار کرتے ہیں تو وہ شیعوں کی عقیدت مندی کو برقرار رکھنے کے لئے گرجا: "میرے اوپر کھانا پینا حرام ہے اگر قاتلین حسین میں سے کسی کو زمین پر زندہ رہنے دوں" اور بڑی سرگرمی سے قاتلین حسین کی مہم شروع کر دی، اس کو اپنا وہ سنگین عہد نامہ توڑنے میں بھی تامل نہ ہوا جس کے ذریعے اس نے عمر کو امان جان و مال دی تھی اس کے خیال میں ابن الحنفیہ کو خوش رکھنے اور اپنی وفاداری مبرہن کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس شخص کا سر کاٹ لیا جائے جس کے ہاتھ میں جنگ کربلا کی کمان اعلیٰ تھی اور وہ سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے عمر تھے عمر کا سر اتار لیا گیا اور ان کے لڑکے حفص کا بھی، یہ دونوں سر مہدی بن مہدی کی خدمت میں بھیجے گئے اور ذیل کا خط جو اس کی انتقامی مہم کے بارے میں تھا "اے مہدی اللہ نے مجھے آپ کے دشمنوں پر بلائے بے درماں

---

[۱] انساب ۲۶۵/۵ [۲] انساب ۲۶۶/۵

بناکر بھیجا ہے وہ یا تو مارے گئے یا گرفتار ہیں یا گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کے قاتلوں کو قتل کیا اور آپ کی خدمت کرنے والوں کو نصرت دی عمر بن سعد اور اس کے لڑکے کا سر آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اہل بیت کے قتل کرنے یا ان سے لڑنے والوں میں سے جو جو ہمارے ہاتھ آیا ہم مار چکے ہیں اور جو بچ گئے ہیں وہ بھی ضرور ہمارے قبضہ میں آکر رہیں گے میں اس وقت تک ان کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک مجھے پورا اطمینان نہ ہو جائے کہ روئے زمین پر ان میں سے کوئی متنفس باقی نہیں رہا۔ اے مہدی آپ اپنی صوابدید سے مجھے مطلع کیجئے گا میں اس پر عمل کروں گا۔[1]

عمر اور اس کے لڑکے حفص کے سر کے علاوہ عبید اللہ بن زیاد (جس کے حکم سے جنگ کربلا لڑی گئی تھی) کا سر بھی مختار نے ابن الحنفیہ کی خدمت میں بھیجا۔ ابن زیاد نے عبدالملک کے حکم سے کوفہ پر چڑھائی کی تھی اور مختار کی فوجوں سے جن کی کمان ابن اشتر کے ہاتھ میں تھی لڑتا ہوا رمضان ۶۶ھ میں مارا گیا تھا، جنگ کربلا کے مجرموں میں شمر بن ذی جوشن صف اول میں تھا، مختار کے جوشیلے دستوں نے اس کا کھوج بھی لگا لیا وہ لڑتا ہوا البصرہ کے قریب مارا گیا، اس کا سر بھی ابن الحنفیہ کو بھیج دیا گیا۔

ابن الحنفیہ سے اس کی ڈپلومیٹک وفاداری کی چند مزید مثالیں ملتی ہیں اسے اگرچہ کوفہ کی حکومت اہل بیت کی خلافت کی تحریک سے حاصل تھی اور شیعوں کے سامنے ابن زبیر کی وفاداری یا طرفداری کا کبھی نام بھی نہیں لیا تاہم کامیابی کے ابتدائی ایام میں مخفی طور پر وہ ابن زبیر سے اپنی وفاداری اور دوستی کا اظہار کرتا تھا۔ ابن مطیع کو نکالنے کے بعد اس نے ابن زبیر کو ایک خط لکھا جس میں ابن مطیع پر عبدالملک سے ساز باز کرنے کا الزام لگا کر کہا کہ میں نے آپ کے خیر اندیش کے طور پر کوفہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ابن زبیر کوفہ یا عراق کی حکومت اس کو دے دے ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ مختار نے ابن زبیر کی بیعت اس شرط پر لی تھی کہ خلیفہ ہونے پر وہ سب سے بڑا منصب اس کو دے گا اور یہ منصب غالباً کوفہ یا عراق کی گورنری تھی (اس سلسلہ میں مزید

---

[1] طبری ۸۔ ۱۲۷/

بصیرت، مختار وابن زبیر کے تعلقات کے ذیل میں حاصل ہو گی) ابن زبیر نے اس کی وفاداری کا امتحان لینے کے لئے اپنی طرف سے کوفہ کا ایک گورنر نامزد کر کے بھیجا لیکن مختار نے ایک چال چل کر (جس کا مفصل ذکر ابن زبیر کے ساتھ اس کے تعلقات کے ضمن میں آتے گا) اس کو دفع کیا، کچھ عرصہ بعد شامی فوجیں ابن زیاد کی قیادت میں عازم عراق ہوئیں تو اس کو فکر ہوئی کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے نامزد گورنر کو دفع کرنے کی پاداش میں ابن زبیر اس کو سزا دینے بصرہ یا مدینہ کی طرف سے کوئی فوج بھیج دے اور اس کو دو مورچوں پر لڑنا پڑے اس وقت ابن زبیر کے خطرہ کی وجہ سے پوزیشن بھی کمزور تھی اور مختار اس سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا چنانچہ اس نے لکھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبدالملک نے حجاز پر چڑھائی کر دی ہے اگر آپ پسند کریں تو میں فوج بھیج کر آپ کی مدد کردوں۔" ابن زبیر نے جواب میں لکھا: "اگر تم میرے وفادار و مطیع ہو تو میں اس بات کو ناپسند نہیں کروں گا کہ تم میرے ملک میں اپنا لشکر بھیج دو بشرطیکہ تم اپنے شہر کے لوگوں سے میری بیعت لے لو، جب اس بیعت کی اطلاع مجھے مل جائے گی تب ہی میں تم کو سچا سمجھوں گا اور تمہارے ملک پر فوج کشی سے باز رہوں گا تم وہ لشکر بہت جلد بھیجو جس کو تم بھیجنا چاہتے ہو اور اس کو ابن مروان (عبدالملک) سے مقابلہ کے لئے وادی القریٰ جانے کا حکم دو جہاں وہ فروکش ہے"[۱]

مختار نے ایک عسکری اسکیم تیار کی جو اگر کامیاب ہو جاتی تو اس کے بڑے دور رس نتائج ہوتے اس نے اپنے ایک معتبر ہمدانی شیعہ (شراحبیل بن ورس) کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر جس میں سوائے سات سو عربوں کے سب موالی تھے وادی القریٰ بھیجنے کی بجائے جہاں شامی فوجیں حملہ کی تیاری کر رہی تھیں سمت مدینہ روانہ کیا، اس کا مقصد جیسا کہ بعض مورخوں نے اشارہ کیا ہے خود حجاز پر قبضہ کر کے شامی فوجوں کا مقابلہ کرنا تھا اس کی اسکیم یہ تھی کہ مدینہ پر قبضہ کر کے اور وہاں اپنا ایک نمائندہ مقرر کر کے فاتح لشکر مزید رسد اور ہتھیاروں کے ساتھ مکہ کا محاصرہ کرنے بھیجے گا ابن زبیر کو اس کی عیاریوں کا تجربہ تھا وہ اسکیم کو تاڑ گئے، اس کا کامیابی سے مقابلہ کیا (اس کی تفصیلات مختار و ابن زبیر کے تعلقات کے ذیل میں آئیں گی)، مختار کا لشکر برباد ہوا، کمانڈر مارا گیا چھوٹی سی ایک جمعیت تباہی کی خبر دینے کو فہ پہنچی مختار نے یہ فوج بھیجتے وقت جیسا کہ ظاہر ہے شیعوں پر ظاہر کیا تھا کہ ابن زبیر کو شکست دینے اور ابن الحنفیہ کو خلیفہ بنانے بھیجی ہے

لشکر ابن زیاد کی قیادت میں موصل وکوفہ فتح کرنے اور دوسرا حجاز فتح کرنے روانہ کیا گیا [۱] طبری ج ۲ ص ۱۳۲ [۲] انساب ج ۵ ص ۲۲۴

[۱] رمضان ۶۵ھ میں مروان کا انتقال ہوا اور اس کا لڑکا عبدالملک جانشین ہوا ...

مختار بن ابی عبید الثقفی

(۲)

(ڈاکٹر خورشید احمد فارق ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

(۶)

اس عسکری ناکامی کو مختار نے ایک اعلیٰ ڈپلومیٹک کامیابی میں بدلنے کی تدبیر کی جس سے ایک طرف کوفہ کے شیعوں کی وفاداری گاڑھی ہوئی، دوسری طرف ابن الحنفیہ کی نظر میں اس کی شیفتگی اہل بیت اور اس کا اخلاص مبرہن ہوگیا، ابن الحنفیہ کو اس نے لکھا: میں نے آپ کے پاس ایک لشکر بھیجا تھا آپ کے دشمنوں کو سرنگوں کرنے اور ملک حجاز کو آپ کے لئے فتح کرنے یہ لشکر مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا تو ملحد کی فوج اس سے آملی اور باوجود عہد وپیمان مصالحت اس کے ساتھ مکاری کی، اور بے خبری میں اچانک حملہ کرکے اس کو تباہ کردیا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اہل مدینہ کے پاس بھاری لشکر روانہ کردوں اور آپ اس کے پاس اپنے نمائندہ بھیج دیں تاکہ ان کو معلوم ہوجائے کہ میں آپ کا مطیع ہوں نیز یہ کہ آپ کے حکم سے میں نے ان کے پاس اپنا لشکر بھیجا ہے اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ ملحد وظالم خاندان زبیر کے مقابلہ میں یہ لوگ آپ کے اور اہل بیت کے زیادہ حق شناس قدرداں اور دوست ہیں[1]۔" ابن الحنفیہ نے یہ جواب دیا جس کی غالباً مختار کو پہلے سے توقع تھی اور جو اس کی حسب منشار تھا" تمہارا خط میں نے پڑھا اس سے معلوم ہوا تمہارے دل میں میرے حق کی کس قدر عظمت ہے اس کی خاطر جو عملی قدم تم نے بڑھایا اور میری خوشنودی کے لئے جو لائحہ عمل تم اختیار کرنا چاہتے ہو اس کا مجھے خوب احساس ہوگیا لیکن

---

[1] طبری ۱۳۵/۷ انساب ۲۶۴/۵

مجھے صرف وہ کام پسند ہیں جن سے خدا کی اطاعت ہو اس لئے جہاں تک ہو سکے اس کی اطاعت کرو ظاہری و باطنی تمام امور میں، تم کو معلوم ہو کہ اگر میں لڑنا چاہتا تو بہت سے مددگار میرے پاس جمع ہو جاتے لیکن میں نے ان سے کنارہ کشی کر لی ہے اور اس وقت تک صبر سے حالات کا مطالعہ کرتا ہوں۔ جب تک خدا میرے حق میں فیصلہ فرما دے وہ بہترین منصف ہے۔"

مختار نے مصلحتاً اس خط کو شیعوں کے سامنے نہیں پڑھا اس میں جنگ و قتال سے بیزاری ظاہر کی گئی تھی، ممکن تھا اور بہت ممکن کہ شیعے اس کو سن کر خود بھی جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے یا کم از کم ان کے حوصلے پست ہو جاتے اس لئے اس نے اپنی الہامی شان کو کام میں لاکر ان مبہم لیکن خوش آیند الفاظ سے ان کو مطمئن کر دیا: "مہدی نے مجھے ایسی پالیسی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے جس سے نیکی و خوش حالی کھیلے گی اور کفر و بے وفائی کا بیج مارا جائے گا۔

ابن الحنفیہ سے اس کی ڈپلومیٹک وفاداری کی ایک مثال اور پیش کر کے ہم اس باب کو ختم کر دیں گے اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ خاندان زبیر اور علی میں بڑی رقابت تھی جو دشمنی کی حد تک پہنچ گئی تھی ۶۴ھ میں جب ابن زبیر نے خلافت کا دعوی کیا تو مکہ و مدینہ کے سب لوگوں نے ان کی بیعت کر لی صرف خاندان علی کے افراد باز رہے۔ ابن الحنفیہ اور ابن عمر نے یہ عذر کیا کہ جب تک سارے مسلمان متفقہ طور پر بیعت تسلیم نہ کر لیں گے ہم بیعت نہ لیں گے[۱]۔ مصنف مروج الذہب نے عمر بن شبہ کی روایت نقل کی ہے کہ چالیس دن تک ابن زبیر نے اپنی تقریروں میں رسول اللہ پر درود نہیں بھیجی اور اس کی وجہ یہ پیش کی کہ اس سے اہل بیت کے پندار خاندانی میں اضافہ ہوتا ہے اور غرور سے ان کی گردنیں تن جاتی ہیں[۲]۔ ایک بار ابن عباس کی ابن زبیر سے جب ملاقات ہوئی تو موخر الذکر نے کہا: "تم لوگوں کو میرے خلاف بھڑکاتے ہو اور میرے بخل کا پروپگنڈا کرتے ہو۔ ابن عباس نے کہا! بے شک میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا ہے۔ وہ مسلم نہیں جس کا پیٹ بھرا رہے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے ابن زبیر نے چیں بہ جبیں ہو کر کہا: "اسے اہل بیت میں چالیس سال سے تمہاری نفرت دل میں چھپائے ہوئے ہوں"[۳] ایک موقع پر ابن زبیر

[۱] انساب ۱۰۰/۵ [۲] حاشیہ تاریخ کامل ۱۶۳/۶

ــــے نے تقریر کرتے ہوئے حضرت علی پر لعن طعن کی تو محمد بن الحنفیہ کو بہت غصہ آیا اور انھوں نے جوابی تقریر میں خاندان زبیر پر خوب آوازے کسے[1]۔

مختصر یہ کہ دونوں خاندانوں میں دشمنی تھی اور سبب مادی اقتدار و سیاسی قوت تھا، یزید و مروان کے انتقال کے بعد جب ابن زبیر کی خلافت مستحکم ہوگئی تو انھوں نے بنو ہاشم اور ابن الحنفیہ کو اپنی بیعت کے لئے مختلف قسم کے دباؤ سے مجبور کرنا شروع کیا۔ ابن الحنفیہ نے بیعت نہ کی اور اس بات پر مصر رہے کہ جب تک سب مسلمان ایک خلیفہ کی بیعت نہ کرلیں گے میں بیعت نہ کروں گا۔" ابن زبیر جن کو خود رسول اللہ کے قربِ خاندانی کا زعم (یہ حضرت خدیجہ کے بھتیجے اور حضرت عائشہ کے بھانجے تھے) اور اپنی عبادت کا غرہ تھا اس بات کو گوارا نہ کرسکے کہ ایک بارسوخ خاندان پایۂ تخت میں ان کی وفاداری سے باہر ہو۔ ابن زبیر کی تہدید آمیز تقریریں اور دوسرے اقتصادی دباؤ جب ناکام ہوگئے تو انھوں نے ابن الحنفیہ اور ان کے خاندان کو بقول طبری زمزم میں اور بقول بعض شعب علی میں نظر بند کردیا اور ایک مہلت مقرر کی کہ اگر اس میں انھوں نے بیعت کرلی تو خیر ورنہ قتل کرکے جلادیئے جائیں گے۔ لکڑی کا ایک بڑا انبار اس دھمکی کو مؤثر بنانے کے لئے جمع کردیا گیا۔ ابن الحنفیہ کے ساتھ کوفہ کے سترہ شیعے بھی تھے جو ان کی خدمت میں رہتے تھے۔

ابن الحنفیہ نے تین حنفیہ تاصدوں کے ہاتھ ایک خط بھیج کر مختار کو آنے والی تباہی کی خبر دی مختار بہت خوش ہوا اس کے ہاتھ ابن الحنفیہ اور شیعوں سے اپنی ڈپلومیٹک وفاداری جتانے کا نہایت عمدہ موقع آیا، جامع مسجد میں عام جلسہ منعقد کیا گیا، ابن الحنفیہ کا حزن انگیز خط جس میں انھوں نے ابن زبیر کی بدسلوکی کی تفصیلات لکھی تھیں اور آخر میں شیعوں سے اپیل کی تھی کہ پہلے کی طرح اہل بیت کے ساتھ بے وفائی نہ کریں پڑھ کر سنایا اس کے بعد اشتعال انگیز تقریر کرتے ہوئے کہا: "یہ تمہارے مہدی اور تمہارے نبی کے خاندان کے بہترین فرد کا خط ہے ان کو نظر بند کردیا

[1] مروج الذہب، حاشیہ کامل ۴/۱۶۴

گیا ہے جس طرح بھیڑوں کو باڑہ میں بند کر دیا جاتا ہے اور یہ منتظر ہیں کہ رات یا دن میں کسی وقت ان کو قتل کر کے جلا دیا جائے گا۔ میں ابو اسحاق نہیں اگر ان کی مدد کا حق ادا نہ کر دوں اگر ان کے پاس رسالوں کا پیہم سیلاب نہ بھیج دوں یہاں تک کہ ابن کاملیہ یعنی (ابن زبیر) کو تباہی آ کر ڈالے"۔

چار ہزار شیعے مکہ جانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن مختار کا مقصد نہ تو حجاز جیسے بے آب و گیاہ ملک میں اتنی بڑی فوج بھیج کر اس کے بھاری مصارف برداشت کرنا تھا نہ وہ ابن زبیر سے باقاعدہ عسکری مقابلہ کرنا چاہتا تھا اس کے سامنے زیادہ اہم اور خوفناک دشمن تھے اس کا مقصد ابن الحنفیہ کو قید سے نکال کر حفاظت کی جگہ منتقل کرنا اور شیعوں پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ پوری طرح ابن الحنفیہ اور اہل بیت کا وفادار ہے اور اس طرح خود ان کی عقیدت و وفاداری حاصل کرنا تھا۔ بتصریح طبری اس نے پہلے ستر بہادروں کا ایک دستہ روانہ کیا، اس کے پیچھے چار سو کا پھر سو سو کے دو، پھر چالیس کے دو اور ابن الحنفیہ کو لکھا کہ فوج کا ایک زبردست سیلاب آپ کی مدد کو آ رہا ہے[1] مکہ کے قریب تین دستے متحد ہو گئے اور ڈیڑھ سو کی جمعیت کے ساتھ اچانک کعبہ پر دھاوا کر دیا ان کے ہاتھوں میں ڈنڈے تھے جن کا نام انھوں نے کافر کوب رکھا تھا تلوار ہاتھ میں لے کر خانہ کعبہ میں داخل ہونا مختار کو منظور نہ تھا گو کہ وہ پوری طرح مسلح تھے وہ جسموں پر زرہ بکتر اور تلواریں زیر قبا چھپائے ہوئے تھے۔ کافر کوب لئے یا لثارات الحسین (یعنی حسین کا بدلہ لینے) کے نعرے لگاتے وہ زمزم کے اس باڑہ پر پہنچے جہاں ابن الحنفیہ مع اپنے خاندان کے مقید تھے۔ انھوں نے ابن الحنفیہ سے "دشمن خدا ابن زبیر" سے لڑنے کی اجازت مانگی، انھوں نے رد کا اور کہا خانہ کعبہ میں لڑنا جائز نہیں ہے۔ ابن زبیر نے جن کا ہیڈ کوارٹر خانہ کعبہ تھا نفرت سے کہا کیا تم لوگ اس خیال خام میں ہو کہ میں ابن الحنفیہ یا اس کے ساتھیوں سے بیعت لئے بغیر چھوڑ دوں گا؟ ہر اول کے کمانڈر نے نہایت درشتی سے کہا، "تم کو چھوڑنا پڑے گا ورنہ تلواریں نیام سے نکل آئیں گی"۔ اس کے بعد طرفین میں کافی بد کلامی ہوئی، ابن الحنفیہ نے اپنے لوگوں کو روک لیا، اس کے بعد چار سو جانبازوں کے تین دستے بہت سا روپیہ لئے ہوئے آ گئے اور مسجد کعبہ میں داخل ہو کر یالثارات الحسین کے خوب نعرے لگاتے۔ ابن زبیر ڈر گئے۔ ابن الحنفیہ

---

[1] طبری ۶/۱۳۶ [2] مروج الذہب حاشیہ ۱۵۸/۶ تاریخ کامل نے لکھا ہے کہ مختار نے آٹھ سو سواروں کے رسالے م

کی مدد کے لئے پے در پے رسالے چلے آرہے تھے ان لوگوں نے ابن الحنفیہ اور گھردالوں کو قید سے نکالا اور ابن زبیر کو گالیاں دیتے ہوئے مکہ سے باہر ایک گھاٹی میں جس کا نام شعب علی تھا [illegible] ابن الحنفیہ کے پاس مختار کا بھیجا ہوا بہت سا روپیہ آگیا تھا اس لئے ان کے پاس چار ہزار عرب جمع ہوگئے اور یہ روپیہ انھوں نے ان لوگوں میں تقسیم کردیا۔ مروج الذہب کے مصنف نے لکھا ہے یہ لوگ جو کوفہ سے ابن الحنفیہ کی مدد کو آئے شیعہ کیسانیہ کے نام سے مشہور ہیں یعنی یہ ابن الحنفیہ کی امامت کے قائل ہیں، یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ ابن الحنفیہ امام ہیں فرقہ کیسانیہ کے دو گروہ ہوگئے ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ صرف مرتے وقت تک امام تھے دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ وہ مرے ہی نہیں اور جبال رضوی میں چھپے ہوئے ہیں [١١]۔ یہ گروہ ان تمام باطنی شیعی تحریکوں کا سرچشمہ ہے جن سے مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ بھری ہوئی ہے۔ اور جنہوں نے ان کی مذہبی وحدت کو مسخ کردیا ہے۔

مشہور ادیب اصمعی (متوفی سنہ ٢١٣ھ) نے ابو عمرو بن علاء (دوسری صدی ہجری کا محقق لغت و تاریخ عرب متوفی سنہ [illegible]ھ) کی یہ روایت نقل کی ہے " ابن الحنفیہ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا (غالباً زمزم کی قید کے بعد) تو مختار نے کہا: "مہدی کی علامت یہ معجزہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان پر تلوار کا وار کرے تو ان کو کوئی نقصان نہ پہنچے"۔ ابن الحنفیہ کو جب اس رائے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کوفہ جانے کا ارادہ ترک کردیا اور مختار سے ناراض ہوگئے مختار کا ہیر پھیر اور علی بن حسین کے مشورہ کی صداقت کا ان کو یقین ہوگیا یہی وجہ ہے کہ مختار کے قتل کے بعد جب ابن عباس نے اظہار افسوس کیا اور اہل بیت کے انتقام کے لئے اس کو سراہا تو ابن الحنفیہ نے منع کرتے ہوئے کہا ہمیں اس کی حقیقت خوب معلوم ہے اس کے حق میں کوئی کلمۂ خیر زبان پر نہ لائیے۔[١٢]

(ب) مختار کے تعلقات ابن زبیر کے ساتھ

عربوں کے دانشمند بادشاہ معاویہ (متوفی سنہ ٦٠ھ) نے مرتے وقت یزید کو وصیت کی تھی مجھے تمہارے خلاف صرف چار آدمیوں سے خطرہ ہے، حسین بن علی، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر

---

[١١] مروج الذہب حاشیہ تاریخ کامل ١٤١/٦ [١٢] الانساب ٢٦٦/٥

اور عبداللہ ابن زبیر، حسین کے بارے میں مجھے گمان ہے کہ اہل عراق یعنی کوفہ کے شیعہ، اس کو نکالے بغیر یعنی طلب خلافت کے لئے، نہیں مانیں گے اگر وہ خلافت طلب کرنے نکلے اور تمہارے قبضہ میں آجائے تو اس کو معاف کر دینا، رہا ابن عمر تو وہ وقف عبادت ہے اور اگر خلافت آپ سے آپ اس کو مل جائے تو خیر ورنہ اس کے لئے جد و جہد نہیں کرے گا، رہا ابن ابی بکر سو اس میں نہ تو ذاتی اہلیت ہے نہ لوگوں میں اس کو رسوخ حاصل ہے جس کے بل پر وہ خلافت کی کوشش کرے الا یہ کہ آپ سے آپ اس کو مل جائے البتہ جو شیر کی طرح سینہ کے بل گھات میں بیٹھے گا اور لومڑی کی طرح تمہارے ساتھ چالیں چلے گا اور موقع پاتے ہی تم پر کود پڑے گا وہ ہے عبداللہ ابن زبیر پس اگر وہ ایسا کرے اور تمہارے قبضہ میں آجائے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا الا یہ کہ تم سے مصالحت کی درخواست کرے اس صورت میں تم اس کی پیشکش صلح قبول کر لینا اور حتی الامکان اپنی قوم کا خون بہانے سے احتراز کرنا۔[1]

ابن زبیر کے والد زبیر (متوفی ۳۶ھ) ان چند ممتاز عربوں میں تھے جن کو حضرت عمر نے خلافت کے لئے نامزد کیا تھا زبیر نے خلافت حاصل کرنے کی لڑے اور بغیر لڑے ہر طرح کوشش کی لیکن نہ پا سکے، ان کے لڑکے عبداللہ دل میں یہ امنگ پالنے لگے حضرت حسن اور حسین کی طرح وہ بھی خلافت کے امیدوار ہو گئے، وہ حضرت خدیجہ کے بھتیجے حضرت عائشہ کے بھانجے اور حواری رسول کے لڑکے تھے ایک طرف اس قربت رسول پر اور دوسری طرف کثرت عبادت و دیانت پر انھوں نے اپنے استحقاق خلافت کی عمارت استوار کی، معاویہ کی عمر بھر وہ خاموشی سے اپنی غیر محسوس وقت و عبادت و زہد سے خلافت کے لئے رائے عامہ اپنے حق میں تیار کرتے رہے مکہ میں دو شخص ان کے مد مقابل تھے حضرت حسین اور عبداللہ ابن عمر اور ان میں سے ہر ایک کے طرفدار موجود تھے ابن زبیر نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ مسئلہ خلافت بذریعہ شوریٰ طے ہو اور جو رسول اللہ سے، قربت، عبادت، زہد اور صلاحیت میں افضل ہو اس کو خلیفہ بنایا جاتے لیکن مخفی طور پر وہ مکہ مدینہ اور دوسرے اسلامی مرکزوں میں اپنی دعوت

---

[1] اخبار الطوال صفحہ ۲۲۷

پھیلاتے رہے۔ سنہ ۶۰ھ میں جب معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید نے خلافت سنبھالی تو ابن زبیر اپنی خلافت کے لئے سرگرم عمل ہو گئے یزید کے بُرے ڈھنگوں کا خوب پروپگنڈا کیا اور کرایا اس کی بیعت سے انکار کرکے خانۂ کعبہ میں مقیم ہو گئے اور اپنے لئے عائذ البیت[1] اور مستجیر اللہ کے لقب اختیار کئے۔ سنہ ۶۱ھ میں واقعۂ کربلا پیش آیا اب انھوں نے موقع مناسب دیکھا اور اپنی خلافت کا اعلان کر دیا، ان کی عبادت و قرب رسول سے مکہ مدینہ کے لوگ متاثر تھے ان کی تحریک سے بنو امیہ کو مدینہ سے نکال باہر کیا گیا اور اہل مدینہ تلوار سے یزید کا مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگے، اس موقع پر ایک ہم عصر ابو حرۃ نے تعجب سے پوچھا "کیا اس لئے ہم نے آپ کا ساتھ دیا تھا: آپ مشورہ اور باہمی رضامندی سے خلیفہ بننے کی دعوت دیتے رہے اب آپ سے نہ اتنا صبر ہوا نہ آپ نے اصول انتخاب پر عمل کیا کہ ہم آپ کو خلیفہ منتخب کرکے آپ کی بیعت کر لیتے"

---

[1] عائذ البیت خانہ کعبہ میں پناہ لینے والا، مستجیر اللہ اللہ کی پناہ میں آنے والا۔ انساب ۱۸۸/۵

ابن الحنفیہ اور ابن عمر نے ان کی بیعت نہیں کی نہ ان کی کسی لڑائی میں حصہ لیا، ابن عمر کہتے تھے میں اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا جب تک سارے مسلمان کسی ایک خلیفہ کی بیعت پر متفق نہ ہو جائیں (انساب ۱۸۸/۵) ایک موقع پر جب مصعب نے ان سے اس عدم تعاون کی شکایت کی تو انھوں نے کہا: میں نے عبد الملک کو (جو سنہ ۶۵ھ میں خلیفہ ہوا) خدا ترسی اور خلافت سے کنارہ کشی کا مشورہ دیا تو انھوں نے کہا کہ اگر ابن زبیر خلافت سے دست بردار ہو جائے تو میں بھی ایسا کروں گا اور مسئلہ خلافت بذریعہ انتخاب طے کرنے کے لئے تیار ہوں گا میں نے تمہارے بھائی کو لکھا تو انھوں نے جواب دیا کہ تم کو مسئلہ خلافت سے کیا تعلق تم دخل دینے والے کون ہو؟ (انساب ۱۹۵/۵)

ابن زبیر کے ایک ہم عصر علی بن زید نے کہا: اس میں شک نہیں کہ عبد اللہ بہت لمبی نمازیں پڑھتے تھے کثرت سے روزے رکھتے تھے، ان کی دادیاں، مائیں اور خالائیں نہایت عالی نسب تھیں لیکن ان میں چند ایسے صفات تھے جو خلافت سے میل نہ رکھتے تھے، وہ بخیل تھے .... اور اپنی رائے کے سامنے کسی دوسرے کی رائے کی قدر نہ کرتے تھے (انساب ۱۹۵/۵ استیعاب حاشیہ اصابہ ۳۰۳/۲)

ایک دوسرے ہم عصر صحابی ابو برزہ (سلمی) نے یہ رائے ظاہر کی جو اس وقت کے اکثر سیاسی و مذہبی لیڈروں کے اصلی رجحانات و نفسیات کی آئینہ دار ہے: عربو! جیسا کہ تمہیں معلوم ہے تم فقیر، ذلیل اور گمراہ تھے تم کو اللہ نے اسلام و محمدؐ کے ذریعہ بلندی عطا کی یہاں تک کہ تم کو فراغت و خوش حالی حاصل ہوئی جس سے تم بہرہ ور رہے ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت نے تمہارے باہمی تعلقات کو غارت کر دیا ہے، وہ جو شام میں ہے یعنی مروان طلب دنیا کے لئے لڑتا ہے اور اسی طرح وہ جو مکہ میں ہے یعنی ابن زبیر اور وہ لوگ بھی جن کو قرا (یعنی قرآن خواں) کہتے ہیں محض دنیا طلبی کے لئے لڑتے ہیں ہماری رائے میں تو بہت سے اچھے لوگ وہ ہیں جو عوام کے روپیہ سے اپنا پیٹ نہیں بھرتے جن کے کندھے ان کے خون کے بوجھ سے ہلکے ہیں[۱]

۶۴ھ میں عین اس وقت جب یزید کی فوجیں کعبہ پر آگ اور پتھر برسا رہی تھیں اور ابن زبیر مختار کی قیمتی مدد سے اپنے مقدور بھر مقابلہ کر رہے تھے یزید کا انتقال ہو گیا (ربیع الاول ۶۴ھ) محاصرہ اٹھا لیا گیا فوجیں شام لوٹ گئیں، حجاز، عراق، خراسان اور موصل وغیرہ کے گورنروں نے ابن زبیر کی خلافت تسلیم کر کے بیعت کر لی[۲] لیکن شام کے اموی سرداروں نے مروان کو خلیفہ منتخب کیا ۶۴ھ میں مروان کے حمایتی قبیلوں اور ابن زبیر کے طرفدار قبیلوں میں بمقام مرج راہط ایک ہولناک جنگ ہوئی جس میں مروان فاتح رہا وہ چند ماہ خلیفہ رہ کر رمضان ۶۵ھ میں مرگیا اور اس کے لڑکے عبدالملک نے خلافت کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی، خلیفہ ہو کر اس نے ایک فوج ابن زبیر کی خلافت کا خاتمہ کرنے حجاز اور دوسری مختار کے تصرف سے کوفہ اور اس کے نہایت وسیع اور قیمتی ماتحت علاقے نکالنے عراق روانہ کی۔

ہم ذکر کر آئے ہیں کہ مختار نے ابن زبیر کی بیعت اس شرط پر کی تھی کہ خلیفہ ہونے کے بعد وہ اس کو سب سے اہم منصب عطا کریں گے، یہ اہم منصب غالباً عراق کی گورنری تھی لیکن ابن زبیر نے

---

[۱] انساب ۱۹۶/۵

[۲] انساب ۱۸۸/۵ استیعاب حاشیہ اصابہ ۳۰۴/۲

نہ صرف یہ کیا کہ سب سے اہم منصب نہیں عطا کیا بلکہ اس کی طرف سے بے اعتنائی برتی، ان کے خلیفہ بننے کے پانچ ماہ بعد تک وہ انتظار کرتا رہا لیکن ابن زبیر نے اس کو کوئی عہدہ نہیں دیا مجبور ہو کر اس نے اہل بیت کی تحریک چلانے کوفہ جانے کی ٹھانی اس کی کوفہ سے روانگی کے اسباب کے بارے میں دو روایتیں بیش کی گئی ہیں، طبری کے راوی کہتے ہیں کہ اس کو جب کوفہ کے شیعی بحران کا علم ہوا تو اپنے مقاصد کے لئے فضا سازگار تصور کر کے وہاں چلا گیا، مسعودی و اصابہ کے راوی کہتے ہیں کہ وہ ابن زبیر کے نمایندہ کی حیثیت سے گیا تھا۔ مسعودی کے الفاظ یہ ہیں: "جب ابن زبیر نے کوفہ پر ابن مطیع کو گورنر مقرر کیا (اور مختار کو نہیں کیا تو بطور چال) مختار نے ابن زبیر سے کہا کہ میں کوفہ میں ایسے لوگوں سے واقف ہوں جن کا لیڈر اگر ایک مہربان معاملہ فہم شخص ہو جائے تو ان کے ذریعہ آپ کے لئے ایک ایسا لشکر تیار کر سکتا ہے جس سے آپ شامیوں پر فتح حاصل کر لیں گے، ابن زبیر نے پوچھا وہ لوگ کون ہیں؟ تو مختار نے کہا بنو ہاشم کے طرفدار (شیعہ) ابن زبیر نے کہا جاؤ تم ہی وہ شخص ہو جاؤ اور اس کو کوفہ بھیج دیا"[1]۔

انساب الاشراف بلاذری نے باختلاف رُوداد یہ دونوں روایتیں الگ نقل کی ہیں میرا خیال ہے کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں واقعات میں فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی روایت اس کی روانگی کا سببِ اصلی ہے اور دوسری سببِ مصلحتی وہ یہ طے کر ہی چکا تھا کہ اہل بیت کی تحریک سے اس کو کامیابی حاصل کرنا ہے لیکن ابن زبیر سے اس کا اظہار کر کے اس کے لئے کوفہ جانا ممکن نہ تھا وہ باغی قرار دیا جاتا، اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیتے اس لئے اس کے لئے ضروری تھا کہ ابن زبیر کو سبز باغ دکھا کر اس کے خیر خواہ کی حیثیت اختیار کر کے اس پُرآشوب شہر میں جانے کی اجازت طلب کرتا، وہاں پہنچ کر اس نے اہل بیت کے انتقام و خلافت کی تحریک سے کوفہ پر قبضہ کیا اور ابن زبیر کے گورنر ابن مطیع کو نکال دیا (جیسا کہ پہلے مذکور ہوا) اب اس کی پالسی یہ قرار پائی کہ جب تک ممکن ہو سکے، جب تک اس کی وفاداری اہل بیت اور شیعوں کی نظر میں

---

[1] مروج حاشیہ اصابہ ۱۵۴/۶ انساب الاشراف میں یہ دونوں روایتیں الگ الگ جگہ مذکور ہیں

مشتبہ نہ ہو وہ ابن زبیر کا وفادار، دوست یا کم از کم ماتحت بنا رہے گا، بنو اُمیہ اور آل زبیر کے مقابلہ میں وہ آخر الذکر کو دینی و خاندانی اعتبار سے شاید قابل ترجیح سمجھتا تھا اور شیعوں اور اہل بیت کی دشمنی کا مرکز بھی بنو امیہ تھے اس لئے ابن زبیر کی دوستی سے وہ اپنی ساری قوت بنو اُمیہ سے اہل بیت کی دشمنی نکالنے اور ان کی حکومت پر قبضہ کرنے پر صرف کرنا چاہتا تھا، اس کی نظر میں دشمن نمبر ایک بنو اُمیہ تھے۔

چنانچہ ابن مطیع کو نکالنے کے بعد اس نے متعدد خطوط ابن زبیر کو بھیجے جن میں شروع کے کئی خطوں کی صحیح ترتیب نہ سیاق سباق واضح نہیں ہے اور خطوط کی بجائے ان پر تلخیص یا خطوط کا اطلاق زیادہ برمحل ہے۔ پہلے خط کا خلاصہ یہ ہے "ابن مطیع نے آپ کی وفاداری ترک کر کے عبدالملک سے ساز باز شروع کر دی تھی آپ عبدالملک کے مقابلہ میں ہم کو زیادہ محبوب تھے اس لئے ہم نے اس کو نکال کر کوفہ کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔"[1]

دوسرے خط کا مضمون یہ ہے "آپ کو میری خیر اندیشی کا اچھی طرح علم ہے، جس خلوص و شجاعت سے میں نے آپ کے دشمنوں سے جنگ کی تھی اس سے بھی آپ خوب واقف ہیں اور آپ کو وہ وعدے بھی یاد ہوں گے جن کو اس خدمت کے عوض پورا کرنے کا آپ نے ذمہ لیا تھا، پھر جب میں نے اپنا وعدہ اور عہد پورا کر دیا اور اپنی ذمہ داریاں پوری کوشش سے پایۂ تکمیل کو پہنچا دیں تو آپ نے بدعہدی کی اور اپنا وعدہ توڑ دیا اس کے نتیجہ میں آپ نے دیکھ لیا جو میں نے کیا تاہم اگر آپ اپنے عہد کو اب بھی پورا کر دیں تو میں آپ کی اطاعت کے لئے تیار ہوں اگر آپ میرا بھلا چاہیں گے تو میں بھی آپ کا بھلا چاہوں گا"[2]

مختار کی وفاداری کی آزمائش کرنے کے لئے ابن زبیر نے ایک مخزومی سردار (عمر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام) کو گورنر کی حیثیت سے کوفہ بھیجا، مختار کے جاسوسوں نے جو مکہ اور مدینہ میں موجود تھے اس کارروائی کی اس کو اطلاع دی اور یہ بھی لکھا کہ نامزد گورنر کو سفر خرچ وغیرہ کے

---

[1] انساب ۲۶۶/۵ بیشتر تاریخوں میں اس خط کا جواب نہیں ملتا [2] یہ دونوں خط انساب الاشراف سے نقل کئے ہیں

لئے ابن زبیر نے صرف تیس ہزار درہم منظور کئے ہیں یہ کافی پریشان کن خبر تھی، اگر گورنر کوفہ میں داخل ہو جاتا تو اس کی (مختار) پوزیشن سخت خطرہ میں پڑ جاتی، شیعوں کو ابن زبیر سے اس کی سازباز کا علم ہو جاتا اور اہل بیت کی وفاداری کا جادو جس سے اس نے ان کو مسحور کیا تھا ٹوٹ پھوٹ جاتا، اس نے آنے والی مصیبت سے چھٹکارا پانے کی ایک چال سوچی، اپنے عزیز زائدہ بن قدامہ کو ستر ہزار درہم دے کر جو اس رقم سے دوگنے تھے جو ابن زبیر نے اپنے نمائندہ کو سفر خرچ کے لئے دیئے تھے کہا: یہ ستر ہزار لو اور کوفہ سے دور صحرا میں مکہ کوفہ کی راہ پر اس کو جا پکڑو، اپنے عقب میں پانچ سو آہن پوش سواروں کا ایک رسالہ مسافر بن سعید کی کمان میں مخفی رکھو، پھر اس سے کہنا کہ یہ روپیہ جو تمہارے سفر خرچ سے دوگنا ہے قبول کرو، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے سفر پر تیس ہزار خرچ کئے ہیں ہم ان کا تاوان تم پر ڈالنا نہیں چاہتے (یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بصورت واپسی ابن زبیر تاوان وصول کرلیں گے) یہ لو اور لوٹ جاؤ اگر وہ مان جائے تو خیر ورنہ عقب میں چھپا ہوا رسالہ اس کو دکھا دینا اور کہنا کہ ایسے ایسے سو رسالے اس کے پیچھے ہیں۔ ایسا ہی کیا گیا، پہلے نامزد گورنر نے کہا میں روپیہ نہیں لے سکتا، مجھے امیرالمومنین نے گورنر بنا کر بھیجا ہے اور میں ان کے حکم کی تعمیل کروں گا؛ لیکن جب زائدہ نے چھپا ہوا رسالہ بلایا تو نامزد گورنر ڈر گیا اور بولا اب تو بے شک میں معذور ہوں اور میرے لئے مناسب یہی ہے کہ لوٹ جاؤں، لاؤ روپیہ۔ روپیہ لے کر اس نے بصرہ کا راستہ لیا، ابن زبیر کو صورت دکھانے کی اس کو جرأت نہ ہوئی[1]

---

[1] پہلا خط صرف انساب الاشراف ۲۷۲/۵ نے مدائنی کی روایت سے نقل کیا دوسرا خط اور نامزد گورنر کا قصہ طبری اور انساب ۲۶۳/۵ دونوں میں موجود ہے دونوں کے راوی غالباً ایک ہیں طبری نے راویوں کے نام نہیں دیئے انساب نے لفظ "قالوا" پر اکتفا کیا ہے الفاظ روایت دونوں کے اتنے ملتے جلتے ہیں کہ اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں کے راوی ایک ہوں گے پہلے خط کا راوی مدائنی ہے اس نے تصریح کی ہے کہ پہلے خط کو پڑھ کر ابن زبیر نے گورنر کو بھیجا تھا۔ اس کے برخلاف طبری کے راویوں کی رائے میں گورنر دوسرے خط کے بعد بھیجا گیا دونوں خطوں کے مضمون کے مقابلہ سے پہلے خط کے بعد آزمائش وفاداری کا اقدام زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے

نامزد گورنر کو دفع کرنے کے بعد مختار نے ابن زبیر کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی ایک نئی چال سوچی جو بلی کے پنجہ کی طرح بظاہر نہایت بے ضرر لیکن باطن نہایت پُر ضرر تھی، عبد الملک بن مروان کی فوجیں مدینہ کے نزدیک وادی القریٰ کے نخلستانوں میں فروکش ہو چکی تھیں، اور حملہ کی تیاری میں مصروف تھیں؛ ابن زبیر کی فوجیں تعداد، ہتھیار اور صلاحیت کارکردگی کے اعتبار سے عبد الملک کی فوجوں سے اتنی ہی مختلف تھیں جتنا بنجر حجاز زرخیز شام سے؛ وہ ایک مضبوط ساتھی کے شدید محتاج تھے مختار نے لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن مروان نے حجاز پر چڑھائی کر دی ہے اگر آپ پسند کریں تو میں فوج بھیج کر آپ کی مدد کروں۔" ابن زبیر نے جواب دیا: "اگر تم میرے وفادار ہو تو میں یہ ناپسند نہیں کروں گا۔ کہ تم ایک لشکر میرے ملک میں بھیج دو اور کوفہ کے لوگوں سے میری بیعت لے لو جب اس بیعت کی اطلاع مجھے ملے گی تب ہی میں تم کو سچا سمجھوں گا اور تمہارے ملک پر فوج کشی سے باز رہوں گا، تم جلد اپنا لشکر بھیجو اور اس کو ابن مروان کے مقابلہ کے لئے وادی القریٰ جہاں وہ فروکش ہے جانے کا حکم دو۔" مختار نے تین ہزار بہادروں کا ایک لشکر جس میں سات سو عربوں کے علاوہ سب موالی اور غلام تھے اپنے ایک وفادار ہمدانی سردار (شرحبیل بن ورس) کی قیادت میں وادی القریٰ کی بجائے سمت مدینہ روانہ کیا اور اس سے کہا کہ مدینہ پہنچ کر مجھے مطلع کرنا اور میرے احکامات کے منتظر رہنا، اسکیم یہ تھی کہ جب مدینہ پر قبضہ ہو جائے تو کوفہ سے مزید فوج کے ساتھ مدینہ کا ایک گورنر بھیجے گا اور ابن ورس کو ابن زبیر کا محاصرہ کرنے مکہ روانہ کر دے گا اور حجاز پر قابض ہو کر شام کے غنیم کا مقابلہ کرے گا ابن زبیر جن کو معاویہ جیسے سیاسی دانا نے لومڑی کا لقب دیا تھا کب دھوکے میں آنے والے تھے، وہ مختار کی چالبازیوں سے خوب واقف تھے اور اس کی اسکیم کو تاڑ گئے تھے؛ انھوں نے مکہ سے عباس بن سہل کی کمان میں دو ہزار فوج مدینہ روانہ کی اور حکم دیا کہ راستہ میں جو عرب قبیلے ملیں ان کو جنگ میں شرکت کے لئے بلا لے۔ سپہ سالار کو ہدایت تھی کہ اگر مختار کی فوج اس کے احکامات

ؔ طبری ۴۹۳/۴ مبرّد نے کامل میں اس سے بہت مختلف واقعہ بیان کیا ہے۔ رغبۃ الامل ۲۰۶/۷

بجالائے تو خیر ورنہ کسی چال کے ذریعہ اس کو تباہ کردے ابن زبیر کی فوج مختار کی فوج سے رقیم میں (ایک چشمہ ہے) ملی عباس بن سہل نے ابن ورس سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا کہ " دشمن وادی القریٰ میں حملہ کی تیاری کر رہا ہے میرے ساتھ چل کر اس کا مقابلہ کرو جیسا کہ ابن زبیر نے ہدایت کی ہے ابن ورس نے کہا مجھے مدینہ جانے کا حکم ہے۔ وہاں پہنچ کر اپنے حاکم کو لکھوں گا اور ان کے حکم کے مطابق عمل کروں گا" ابن سہل اس صاحب گفتار کمانڈر کا باطن پاگیا، اس نے کہا بہت خوب آپ جیسا مناسب سمجھیں کیجئے " پھر اس نے ایک تباہ کن چال چلی، کچھ تحفے آٹا اور بکریاں ابن ورس کو تحفے میں بھیجیں اور یگانگت کا اظہار کیا، ابن ورس کا لشکر خوراک کی قلت کی وجہ سے بھوکوں مر رہا تھا، بکریاں اور آٹا پاکر فوجی بہت خوش ہوئے اور ہتھیار اتار کر بکریاں ذبح کرنے اور کھانا پکانے میں مصروف ہوگئے، ان کی عسکری تنظیم باقی نہ رہی اس وقت ابن سہل کے ایک ہزار بہادروں نے اچانک حملہ کردیا ابن ورس کے غیر مسلح سپاہی بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگ پڑے اور کاٹ دئے گئے، ابن ورس مارا گیا۔ مرنے سے پہلے وہ اپنے آدمیوں کو للکار کر کہتا تھا کہ اے خدائی فوجدارو آؤ ادھر آؤ میرے پاس آؤ، ان ناحق لڑنے والوں اور شیطان کے دوستوں کو قتل کرو بے شک تم ہدایت پر ہو یہ غدار ہیں نافرمان ہیں جو بچے ان میں سے اکثر بھوک پیاس سے راستہ میں مرگئے، معدودے چند تباہی کی خبر دینے کو نہ پہنچے، اس کا مختار پر جو اثر ہوا اور جس طرح اس نے اس کو ایک اول درجہ کی ڈپلومیٹک کامیابی میں بدلنے کی تدبیر کی ہم ابن الحنفیہ سے اس کے تعلقات کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

مختار نے ابن زبیر کی تالیف قلب اور اس کی ممکن سزا سے بچنے کی ایک چوتھی کوشش جو غالباً آخری کوشش تھی اور کی، وہ ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے ایک زبردست فوج بھیجنے کی تیاری میں مشغول تھا اور گو کہ وہ کھل کر ابن زبیر کے سامنے دشمن کی طرح نہ آتا تھا ابن زبیر اس کی طرف سے بدظن ہوگئے تھے اور مختار کو یہ ڈر لگا رہتا تھا کہ مبادا وہ کوئی فوج اس کی سرکوبی کے لئے بھیج دیں۔ اور اس کو دو مورچوں پر لڑنا پڑے اس خطرہ کو وہ ابن زیاد سے نبٹنے تک اپنی

ڈپلومیسی سے ٹالنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے ایک خط ابن زبیر کو لکھا جس کے بعض حصے تاریخ میں زندہ رہ گئے ہیں میں نے کوفہ کو اپنا گھر بنا لیا ہے اگر آپ یہ گوارا کر لیں (یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کوفہ کا حکمراں ہو گیا ہے) اور دس لاکھ درہم کی مجھے منظوری دے دیں تو میں شام پر حملہ کر دوں گا اور آپ کو اس مہم کی زحمت سے بچا لوں گا۔[1] یہ خط پڑھ کر ابن زبیر آگ بگولا ہو گئے اور چیخ کر بولے "کب تک میں ثقیف کے اس جھوٹے سے مکر کرتا رہوں اور وہ مجھ سے مکر کرتا رہے گا پھر ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے

"وہ ننگے کولھوں والا ہے جس کا تعلق ثمود جیسے حقیر قبیلہ سے ہے، وہ غلام ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ معزز قبیلہ یقدم سے میرا تعلق ہے۔"

انھوں نے ایک نہایت سخت خط مختار کو لکھا جس میں کہا کہ میں ایک درہم کی منظوری تم کو نہیں دے سکتا۔

اس خط کے بعد مختار کو یقین ہو گیا کہ مصالحت سے ابن زبیر کے ساتھ نباہ ممکن نہیں ہے اور مصالحتی یا ڈپلومیٹک طریقوں سے کوفہ کی حکومت ان سے لینا اتنا ہی مشکل ہے جتنا پتھر سے تیل نکالنا، اس کے علاوہ اب اس کی پوزیشن بھی مضبوط ہو گئی تھی، شام کا خطرہ بڑی حد تک ختم ہو گیا تھا۔ اس کے سپہ سالار ابن اشتر نے ابن زیاد کی ساٹھ ہزار فوجوں کے ٹکڑے کر کے اس کا سر اتار لیا تھا اب اس نے یہی مناسب سمجھا کہ ڈپلومیٹک وفاداری کا نقاب اتار کر تلوار سونتے ہوئے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ابن زبیر کے سامنے آ کھڑا ہو، چنانچہ اس نے ابن زبیر کی مخالفت کا پروپگنڈہ برملا شروع کر دیا اور اپنی وفاداریاں کلیتہً اہل بیت کی طرف منتقل کر دیں۔

اس مخالفانہ پالسی کا مشاہدہ ہم اس طرز عمل میں کر چکے ہیں جو مختار نے ابن الحنفیہ کی حراست زمزم کے بعد اختیار کیا۔

(باقی آئندہ)

---

[1] انساب ۲۶۶/۵

مختار بن ابی عبید الثقفی

از

(ڈاکٹر خورشید احمد فارق ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی)

(۷)

(ج) بصرہ میں مختار کی تحریک

توابین شیعوں کا جو رمضان ۶۵ھ میں ابن زیاد سے لڑنے سلیمان بن صُرد کی قیادت میں کوفہ سے روانہ ہوئے تھے پہلے ذکر ہو چکا ہے، ان لوگوں کا ابن زیاد سے عین وردہ پر مقابلہ ہوا سلیمان بن صرد اور اکثر توابین مارے گئے۔ سلیمان کا نائب اور خلیفہ مثنّٰی ابن مخرّبہ عبدی تاب مقاومت نہ لا کر بقیۃ السیف توابین کے ساتھ کوفہ لوٹ آیا اس مہم پر بصرہ کے شیعوں کی بھی ایک جماعت گئی تھی اس میں سے بھی کچھ لوگ بچ گئے اور بصرہ لوٹ آئے تھے۔ مثنّٰی جب واپس ہوا تو مختار گورنر کوفہ کی قید میں تھا اور اس کی تحریکِ خلافت وانتقامِ اہل بیت سرعت کے ساتھ پھیل رہی تھی، مثنّٰی مع اپنے ساتھیوں کے اس تحریک میں ضم ہو گیا، قید خانہ میں مختار سے مل کر بیعت کی اور اس کا سرگرم کارکن بن گیا قید سے نکل کر مختار نے اس کو بصرہ جا کر شیعوں میں نئی تحریک اہل بیت کی اشاعت پر مامور کیا، مثنّٰی کا بصرہ کے شیعوں نے خیر مقدم کیا اس نے ایک شیعی مسجد کو اپنی تحریک کا مرکز بنایا، وہاں شیعوں کی امامت کرتا اور مختار کے مشن کی اشاعت، بصرہ کے اکثر لوگ عثمانی میلان کے تھے اور اہل بیت کی نسبت ان کو بنی امیہ سے زیادہ لگاؤ تھا پھر بھی ایک اقلیت محبانِ اہل بیت کی وہاں تھی۔ مثنّٰی کے ہم خیال بڑھ گئے اور وہ بصرہ کی حکومت الٹنے کے لئے مناسب موقع کا انتظار کرنے لگا جب کوفہ میں مختار کو کامیابی ہوئی اور حکومت اس کے ہاتھ میں آگئی تو مثنّٰی حکومت الٹنے کی تیاری کرنے لگا۔ ابن زبیر کے گورنر حارث بن عبداللہ معروف بقباع کو جب اس کے باغیانہ ارادوں کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے پولیس افسر کو ایک رسالہ کے ساتھ

مثنیٰ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے بھیجا، مختار کی مثال کی پیروی کرتے ہوئے مثنیٰ نے اپنا ایک افسر مقابلہ کے لئے مامور کیا جس نے پولیس افسر کو شکست دی (کوفہ میں ابن اشتر نے پولیس افسر کو قتل کر دیا تھا) اب معاملہ سنگین ہو گیا بصرہ میں جنگی فضا پیدا ہو گئی، بصرہ میں کوفہ سے زیادہ قبائلی نزاع اور رقابتیں تھیں ربیعہ اور نزار، شمالی عرب و جنوبی عرب کے امتیازات عربوں کی زندگی کو زیر و زبر کئے ہوئے تھے، مثنیٰ کے شیعوں میں قبیلہ عبدالقیس کے بہت سے لوگ تھے مشہور عاقل سردار احنف بن قیس کو قبیلہ مفرد ربیعہ کے سپاہیوں کے ساتھ گورنر نے مثنیٰ سے لڑنے بھیجا، ربیعہ اور بکر بن وائل میں بڑی عداوت تھی، مثنیٰ کو شکست ہوئی اس نے اور اس کے ساتھیوں نے عبدالقیس (بکر بن وائل کے حصہ) میں پناہ لی بکر بن وائل کے نامور سردار مالک بن مسمع یہ کہاں برداشت کر سکتا تھا کہ اس کے قبیلہ کی پناہ میں آنے والوں سے تعرض کیا جائے، چنانچہ وہ اپنے قبیلہ کے ساتھ احنف کے مقابلہ پر نکل آیا اس کو مختار کی تحریک سے کوئی لگاؤ نہ تھا لیکن عربوں میں مہمان، پڑوسی اور بالخصوص ہم نسب مہمان و پڑوسی کے حقوق ہر حق سے زیادہ تھے اور بکر بن وائل کے مالک بن مسمع کی قیادت میں نکلنے کا سب سے بڑا محرک یہی تھا۔ قریب تھا کہ بصرہ کے قبائلی عناصر ایک ہولناک باہمی آویزش میں گرفتار ہو جاتے کہ کوفہ کے سابق گورنر ابن مطیع (جس کو مختار نے نکال دیا تھا ابن زبیر کے نامزد گورنر حارث (جو ابن زبیر کے ڈر سے مکہ لوٹنے کی بجائے بصرہ آ گیا تھا اور دوسرے مقامی سمجھدار لوگوں نے مصالحت کرا دی۔ مثنیٰ اور اس کے ساتھیوں سے کہہ دیا گیا کہ چونکہ رائے عامہ تمہاری تحریک سے دلچسپی نہیں رکھتی اور تمہاری قوت کم ہے تم شہر چھوڑ کر کوفہ چلے جاؤ، مثنیٰ شکست کھا کر خود یہ محسوس کر چکا تھا چنانچہ وہ کوفہ چلا گیا اور اپنی طبعی موت مر گیا، کوفہ جا کر اس نے احنف کی جو گورنر بصرہ کے حکم سے فوج لے کر میدان میں آ گیا تھا مختار سے شکایت کی اور مالک بن مسمع کی جس نے شکست کے بعد اس کو اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دی تھی تعریف کی۔

مختار کو مثنیٰ کی ناکامی کا افسوس ہوا، بصرہ اور کوفہ بہن بھائی تھے، دونوں قبائلی عرب قوت کے سب سے بڑے مرکز تھے، عراق و فارس کے ابتدائی فاتحوں نے ان کو آباد کیا تھا بصرہ کو ۱۴ھ میں کوفہ کو ۱۷ھ میں ان میں سے ہر ایک کے تحت میں مشرق کے بڑے بڑے صوبے تھے جن کے محصولات سے

یہاں کے کئی لاکھ عرب فاتحانہ شان سے زندگی گزارتے تھے اور مفتوحہ علاقوں میں اکثر واقع ہونے والی بغاوتوں کو فرو کرنے یا نئے علاقوں کو فتح کرنے جاتے رہتے تھے ان کی عسکری و قبائلی اہمیت مملکت عرب میں سب سے زیادہ تھی بصرہ نے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ابن زبیر کی بیعت کرلی تھی، پچھلے آٹھ دس سالوں یعنی ۵۹ھ اور ۶۴ھ کے درمیان دونوں ایک گورنر کے ماتحت رہتے تھے یزید کی موت کے بعد بصرہ اور ماتحت علاقوں نے ابن زبیر کی بیعت کرلی تھی اور ابن زبیر سے مختار کے تعلقات محض ڈپلومیٹک تھے مختار کو سب سے بڑا خطرہ بصرہ سے تھا حجاز میں اول تو کسی بڑی لشکر کشی کی صلاحیت نہ تھی (غربت کی وجہ سے) دوسرے ابن زبیر کو شام کا ہولناک دشمن اس کی اجازت نہ دیتا اور تیسرے حجاز سے عہدہ برآ ہونا نسبتاً آسان تھا اس کو اندیشہ درحقیقت یہ تھا کہ ابن زبیر کے حکم سے بصرہ کا گورنر کوئی فوج بھیجدے جس سے نہ صرف یہ کہ مقابلہ نہایت سخت ہو نہ صرف یہ کہ جس سے لڑنے کی کوفہ کے عربوں میں سچی امنگ نہ ہو بلکہ جن سے لڑکر وہ خود اتنا کمزور ہو جائے کہ شامی دشمن پر غلبہ نہ پا سکے

مثنیٰ کی ناکامی گوکہ مکمل تھی گوکہ بصرہ میں اس کے ہم خیال اتنے کم تھے کہ وہاں اس کا قیام ناممکن ہوگیا تاہم مختار نے اپنی الہامی شان، اپنے روحانی جلال سے وہاں کے لوگوں کو تھپکتے رہنا مناسب سمجھا اگر وہ عملی طور پر اس کا ساتھ نہ دے سکے تو عملی طور پر اس کی مخالفت بھی نہ کریں، اس کے لئے یہی کافی تھا اس کو مثنیٰ سے معلوم ہوا تھا کہ اشعث بن قیس اپنا قبیلہ لے کر اس کے مقابلہ کو آگیا تھا، اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ بکر بن وائل کے قبائلی سردار مالک بن مسمع اور زیاد بن عمرو عتکی نے اس کو پناہ دی اور آخر وقت تک اس کی حفاظت کی۔ اس نے ان قبائلی سرداروں کی وفاداری حاصل کرنے یا کم از کم ان کو بے ضرر رکھنے کے لئے اپنی مخصوص پالیسی پھینکی ان کی کچھ تفصیل تاریخ میں محفوظ رہ گئی ہے احنف کو جو قبیلہ مضر کا سردار تھا ذیل کا خط قرآنی اسلوب میں بھیجا: ربیعہ اور مضر کی ماں کا برا ہو اس برے کام کی وجہ سے جو رونما ہوا (مثنیٰ کے مقابلہ میں ان کے خروج کی طرف اشارہ ہے) بلاشبہ احنف اپنی قوم کو سقر (دوزخ) کی طرف لئے جارہا ہے اور تقدیر کو بدل نہیں سکتا اور نہ اس پیشین گوئی کو جو آسمانی کتابوں میں ہوچکی ہے میری جان کی قسم، اگر تم نے مجھ سے لڑائی کی اور مجھے کذاب کہا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے، مجھ سے پہلے بہت سے برگزیدہ (انبیاء) لوگوں

کو جھوٹا کہا گیا ہے اور میں ان سے بہتر کب ہوں"

مالک بن مسمع اور زیاد بن عمرو عتکی کو لکھے ہوئے خطوط کے یہ الفاظ زندہ رہ گئے ہیں: میری بات مانو اور اطاعت کرو اور جو کچھ بتایا جائے اس کے بہترین حصہ پر ہمیشہ عمل کرتے رہو اگر تم نے ایسا کیا تو دنیا میں جو چاہو گے تم کو دوں گا اور جب مروگے تو تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوں گا" مالک یہ خط پڑھ کر ہنسا اور زیاد سے بولا "ثقیف کا بھائی (مختار) ہمارے ساتھ بڑی فیاضی سے پیش آیا ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں دے رہا ہے" یہ سن کر زیاد ہنسا اور تمسخر سے کہنے لگا "ہم ادھار کے وعدہ پر نہیں لڑتے (یعنی مختار کے ساتھ ہو کر) جو نقد دے گا اس کے ساتھ لڑیں گے"[1]۔ اور ایسا ہی ہوا مختار کے پلٹنے کا گر نہ ہوتے اور سال بھر بعد جب مصعب بن زبیر جس نے بصرہ آتے ہی بے مثال فیاضی سے کام لیا اور سال میں ایک عطا کی بجائے دو[2] عطائیں دینے کی رسم ڈالی[3] مختار سے لڑنے نکلے تو مالک کے جھنڈے تلے بکر بن وائل کا قبیلہ اور زیاد بن عمر عتکی قیادت میں بصرہ کا ازد قبیلہ تھا، مصعب کے "نقد" نے مختار کے ادھار پر غلبہ پا لیا[3]۔

(۳) مختار کی لڑائیاں اور عسکری تدبیر

مختار کا دور اقتدار بقول مصنف استیعاب (حاشیہ اصابہ ۳/۵۴۶) سولہ ماہ بحساب طبری و مصنف اخبار الطوال: اٹھارہ ماہ اور بتصریح بلاذری مصنف انساب الاشراف چھتیس ماہ ہے اس مختصر عرصہ میں اس کی فوجیں آٹھ موریچوں پر لڑیں اور دو پر محض ڈپلومیٹک کامیابی حاصل کر کے لوٹ آئیں ان میں سے پہلی لڑائی اس کے اقبال کا زینہ بنی اور آخری اس کی تباہی کا۔ ان لڑائیوں کے اسباب اور سیاق و سباق پہلے ذکر ہو چکے ہیں یہاں ان کے متعلق دوسری مفید و اہم تفصیلات پیش کی جائیں گی اور مختار کی عسکری تدبیر پر ریویو ہو گا، ان لڑائیوں کے عنوانات اور جغرافیائی موقعے یہ ہیں۔

۱۔ کوفہ کی جنگ جس میں مختار نے موالی اور شیعوں کی مدد سے ابن زبیر کے گورنر ابن مطیع کو نکال کر حکومت پر قبضہ کیا یہ ۶۶ھ میں واقع ہوئی۔

۲۔ یزید بن انس اور ابن زیاد کی جنگ جو جزیرہ میں واقع ہوئی جس میں یزید بعارضہ بیماری مرا اور اس

---

[1] انساب ۵/۲۶۴ [2] انساب ۲۸۱/۵ [3] انساب ۵/۲۰۹

کی فوج منتشر ہوئی لیکن جس میں مرنے سے پہلے اس نے بقول انساب ۲۳۱/۵ چھ ہزار شامی قیدیوں کو قتل کرایا۔ بقول طبری تین سو کو زید کے زیر کمان فوج کی تعداد بقول انساب الاشراف ۲۴۶/۵ و طبری ۱۱۳/۳ ہزار تھی اور بقول مصنف اخبار الطوال ص۲۹۴ بیس ہزار۔

۳۔ جنگ سبیع جس میں کوفہ کے غیر شیعی قبائلی سرداروں نے مختار کے خلاف بغاوت کی اور شکست کھا کر مصعب بن زبیر سے مدد مانگنے بصرہ جا کر پناہ لی، یہ جنگ ذی الحجہ ۶۶ھ میں واقع ہوئی۔

۴۔ جنگ خازر اس جنگ میں مختار کی طرف سے ابن اشتر عبد الملک کے سپہ سالار ابن زیاد سے بمقام خازر لڑا اور اس کو قتل کر کے شامی فوجوں کے ٹکڑے کر ڈالے اس جنگ میں بقول انساب الاشراف ۲۴۳/۵ مختار کی نو ہزار اور بقول طبری ۱۲۶/۷ سات ہزار اور بہ تصریح مصنف اخبار الطوال تقریباً تیس ہزار فوجیں شریک ہوئیں خازر صوبہ جزیرہ میں اربل اور موصل کے درمیان ایک نہر تھی جہاں یہ ہولناک معرکہ ہوا تھا[1] اس کی فوج کی اکثریت غیر عرب تھی۔

۵۔ جنگ رقیم۔ یہ جنگ حجاز کے ایک ریگستانی نخلستان میں جس کا نام رقیم تھا واقع ہوئی جس میں مختار کے فرستادہ سپہ سالار ابن ورس کو ابن زبیر کے سپہ سالار ابن سہل نے اچانک حملہ کر کے شکست دی، ابن ورس مارا گیا اس کی اکثر فوج برباد ہوئی، اس معرکہ میں مختار کی تین ہزار فوجیں شریک[2] ہوئیں اس لشکر میں سات سو عربوں کے علاوہ سب موالی و غلام تھے۔

۶۔ جنگ دومۃ الجندل۔ یہ وہ مشہور حجازی نخلستان ہے جہاں بقول بعض حضرت علی اور معاویہ کے نمائندے قرآن کے مطابق خلافت کے متنازع فیہ معاملے طے کرنے ۳۷ھ میں جمع ہوتے تھے، یہ جنگ عبید اللہ بن زیاد کے بھائی عباد سے ہوئی مدائنی نے بروایت انساب اس کی بابت کہا ہے، جنگ مرج راہط کے بعد عباد بن زیاد سیاست اور عربوں کی باہمی آویزش سے کنارہ کشی کر کے دومۃ الجندل میں مقیم ہو گیا مختار نے اس کی سرکوبی کے لئے (چونکہ وہ عبید اللہ بن زیاد کا بھائی تھا) شراحبیل بن ورس کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ دومہ بھیجا عباد نے کہلا دیا کہ میں اپنے دین کی سلامتی کی خاطر یہاں بھاگ آیا ہوں اور مسلمانوں کی باہمی جنگوں سے کنارہ کش ہو گیا ہوں، ابن ورس کے ساتھیوں نے کہا ہم تو مسلمانوں کو

---

[1] معجم البلدان یاقوت ۴۰۰/۳ [2] انساب ۲۶۴/۵

باہمی جنگ کا سرغنہ ہے اور اول و آخر ہے اس کو ہلنے کا موقع نہ دیا جائے حتیٰ کہ یہ قتل ہو۔ ابن ورس نے عباد سے لڑنے کا فیصلہ کر لیا مجبوراً عباد نے اپنے غلاموں اور موالی کو جن کی تعداد سات سو تھی مقابلے کے لئے تیار کیا اور کہا: "ان لوگوں سے لڑنے چلو کیونکہ محصور ہو کر ہر قوم شکست کھاتی ہے"! لڑائی ہوئی جس میں ابن ورس کے ہزار سے زیادہ سپاہی مارے گئے اور عباد کے ساتھیوں میں سے صرف ایک مولیٰ کام آیا۔ ابن ورس شکست کھا کر بھاگا تو اردگرد کے بدو قبیلے اس پر ٹوٹ پڑے اس کو لوٹ لیا اور اس کی فوجوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا، ابن ورس بصد خرابی کوفہ پہنچا۔ مختار کے دو ہزار سے زیادہ منتخب سوار اس جنگ میں ضائع ہوئے[1]۔

۷۔ جنگ مذار۔ یہ زیریں عراق کے ضلع میسان کا جنگی اہمیت رکھنے والا ایک شہر تھا جو بصرہ اور واسط کے درمیان واقع تھا۔ مختار کو جب علم ہوا کہ کوفہ کے مفرور قبائلی سردار بصرہ میں مصعب بن زبیر اور مہلب کی قیادت میں ایک زبردست فوج لے کر کوفہ پر حملہ کرنے والے ہیں تو اس نے عسکری مصلحت کے ماتحت خود بصرہ پر اپنی قدیم ترین مخلص اور مجرب فوجی افسروں کی کمان میں بروایت انساب ۵/۲۷۳ چالیس ہزار فوج اور بقول مصنف اخبار الطوال ۳۰۷ ساٹھ ہزار فوج بھیجی تاکہ دشمن کو اس کے مرکز ہی میں شکست دے دی جائے اس فوج میں غیر عربوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی یہ فوج بری طرح شکست کھا کر پسپا ہوئی، پسپا ہونے کے بعد مفرورین کوفہ نے اس کا تعاقب کیا اور اکثر کو تہ تیغ کر ڈالا اس جنگ میں عبیداللہ بن علیؑ (بقول بعض عمر بن علی) جو مختار سے ناراض ہو کر مصعب سے جا ملے تھے کوفہ کی فوجوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے یاقوت نے معجم البلدان ۴/۴۸۳ پر لکھا ہے کہ مذار میں عبیداللہ بن علی کی قبر ہے جس کی زیارت کرنے دور دور سے لوگ آتے ہیں۔

۸۔ جنگ سیحون صرورا بہ کوفہ، یہ جنگ مذار کا تتمہ ہے سیحون کوفہ اور قادسیہ کے درمیان ایک فوجی اہمیت رکھنے والی جگہ تھی جہاں اسلام سے پہلے کسروی شاہنشاہوں کے مسلح دستے رکھے جاتے تھے[2] صروراء کوفہ کے باہر دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا[3] کوفہ کی شکستات

[1] انساب ۵/۲۶۸ [2] معجم البلدان ۴/۴۸۳ [3] ایضاً ۳/۲۵۶ [4] عبداللہ ہے [5] ایضاً ۵/۱۹۹ [6] ایضاً ۳/۲۵۶

مکمل کرنے کے بعد مختار نے یہاں اپنا کیمپ نصب کیا تھا، مصعب کی فوجیں چھ بڑے بڑے حصوں میں تقسیم تھیں، قلب زیرکمان مصعب، میسرہ، میمنہ زیرکمان مہلب بن ابی صفرہ، رسالے زیرکمان عباد بن حصین، پیادے زیرکمان مقاتل بن مسمع کوفہ کے مفرورین زیرکمان محمد بن اشعث، مختار نے مقابلہ کیا پھر کوفہ کے قلعہ میں محصور ہو گیا اور بقول بعض چالیس دن تک محصور رہ کر جب اکتا گیا تو نکل کر مقابلہ کیا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔

ان آٹھ لڑائیوں کے علاوہ مختار کی طرف سے چھوٹی چھوٹی متعدد پیشقدمیاں ہوئیں، کچھ تو قاتلین حسین کی گرفتاری کے لئے، دو حجاز کے مقابلہ میں پانچسو آہن پوشوں کا ایک رسالہ ابن زبیر کے نامزد گورنر کوفہ کو دفع کرنے اور دوسرا ابن الحنفیہ کو قید زمزم سے رہا کرنے روانہ کیا گیا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا

ان آٹھ لڑائیوں میں سے تین کوفہ میں واقع ہوئیں، دو جزیرہ میں، ایک بصرہ کے قریب، اور دو حجاز میں، ان میں جنگ خازر اور جنگ مذار نہ صرف یہ کہ اپنی شدت اور طرفین کی تباہی کے اعتبار سے بقیہ سب جنگوں سے بازی لے گئیں بلکہ اس لحاظ سے بھی ان کی اہمیت بہت ہے کہ جنگ خازر مختار کے دنیاوی اقتدار اور روحانی فتح کا نصف النہار ہے اور شکست مذار ان کے زوال کی شام، فتح خازر نے نہ صرف یہ کہ بنو امیہ اور ابن زیاد سے قتل حسین کا بدلہ لیا بلکہ اس کی روحانی دھاک کی بنیادیں بری طرح ہلا دیں (اس کی پیشین گوئی اور جھنڈے کی خواری کا قصہ ہم پڑھ چکے ہیں) اس کے مخالفین کے حوصلے بڑھا دیئے، اس کے معتقدین کے حوصلے پست کر دیئے اور خود اس کی اپنی خود اعتمادی پر کاری ضرب لگائی۔

ان جنگوں میں اور یہ اٹھارہ ماہ کے مختصر عرصہ میں فی جنگ دو ماہ کے حساب سے رونما ہوئیں مختار کے تقریباً نوے ہزار آدمی کام آئے جن میں غالباً موالی اور غلاموں کی اکثریت تھی اور شاید اسی قدر جانیں فریق ثانی کی بھی ضائع ہوئیں، یہ اعداد و شمار ہم کو حیرت ناک نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں ایسے نہیں ہیں، عراق کے بے قید تمتع کے زیر اثر آبادی اس سرعت سے بڑھ رہی تھی کہ اس کی روک تھام کا ایک قدرتی ذریعہ (مہینہ۔ طاعون اور قحط کے علاوہ) جنگ اور اس کی انسانی قربانی میں تھا ۱۴ھ میں جب بصرہ آباد ہوا تو چند ہزار عربوں پر مشتمل تھا ۱۷ھ میں جب کوفہ آباد ہوا تو اس کی آبادی بیس ہزار کے اندازہ سے بھی زیادہ

بن سمیہ کی گورنری بصرہ اور کوفہ کے زمانہ میں (۴۵ تا ۵۳ھ) بصرہ کی آبادی دو لاکھ اور کوفہ کی ایک لاکھ چالیس ہزار شمار کی گئی تھی،[1] ان میں ایک بہت بڑی تعداد غلاموں اور موالی کی تھی اور اکثریت ایسے لوگوں کی جو عرب باپ اور غیر عرب (غلام) ماں سے پیدا ہوئے تھے عربوں کے باہمی جھگڑے قبائلی و شخصی رقابتوں اور حسدوں کی بنا پر ابتدائے اسلام سے بڑی کثرت سے ہوتے رہے اور یہ غیر فطرتی افزائش ان جھگڑوں کی آگ کو اکساتی (بھڑکاتی) اور پھر ان کا ایندھن بنتی صرف جنگ صفین میں جو حضرت علی اور معاویہ کے مابین ۳۷ھ میں ہوئی قدرت نے ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ لوگوں کو ٹھکانے لگا کر آبادی کے اس خوفناک سیلاب کی تباہ کاریوں کو روکا۔

ان جنگوں میں صرف پہلی اور آخری جنگ مختار نے خود لڑی بقیہ سب اس کے فوجی جنرلوں کے ماتحت ہوئیں اور یہ عجیب بات ہے کہ پہلی جنگ کی کمان سے اس نے قوت حاصل کی اور دوسری (آخری) کی کمان میں وہ قوت سے محروم ہوا جہاں تک اس کی لڑائیوں کا ذکر تاریخ میں ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس فن میں ماہر تھا، جنگ میں وہ محض تلوار، ہتھیار یا تعداد ہی پر بھروسہ نہ کرتا بلکہ فکر و تدبر کو بھی کام میں لاتا اور دشمن فوجوں کی نفسیات کو مدنظر رکھ کر عسکری چالیں چلتا تھا پہلی جنگ میں جو اس کی زیر کمان کوفہ میں ہوئی اس کی عسکری تدبیر کی دو مثالیں قابل ذکر ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے ماتحت افسروں کو چھوٹے چھوٹے تیز گام دستوں سے دشمن کا مقابلہ کرنے کی تاکید کرتا تھا اور کسی ایک مورچہ پر فوج اکٹھا کرنے کی بجائے چھوٹے چھوٹے دستوں سے یکے بعد دیگرے دشمن کی مقاومت اور قوت کارکردگی کو کمزور کرنے کی پالیسی پر عمل کرتا تھا، دوسرے یہ کہ فتح کوفہ کی جنگ میں جب دشمن کا دباؤ اس کے شہر سے باہر کی فوجوں پر بڑھنے لگا تو اس نے متعدد دستے دشمن کی پیش قدمی کرنے والی فوجوں سے ہٹ کر شہر جا کر قلعہ کا محاصرہ کرنے اور عقب سے حملہ کرنے بھیجے اور یہ تدبیر نہایت کارآمد ثابت ہوئی ایک طرف دشمن دو سمتوں سے گھر گیا دوسری طرف قلعہ اس کے ہتھیاروں کی زد میں آ گیا اور بہت جلد شہر پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ اس لڑائی میں اپنی قوت بڑھانے اور دشمن کی قوت پر ضرب لگانے کی اس نے ایک اور

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۵۹

اور کئی تدبیر اختیار کی جو آنحضرتؐ طائف کے محاصرہ (۸ھ) کے موقع پر استعمال کر چکے تھے اور وہ تدبیر یہ تھی کہ اس نے شہر میں منادی کرادی کہ جو غلام ہم سے آملے گا وہ آزاد ہے" اس پیغام رحمت کو سن کر ہزاروں غلام بھاگ آئے اور آزادی و مساویانہ حقوق کی ولولہ انگیز امید میں دل و جان سے اس کی لڑائی میں شریک ہوگئے۔[1] مجھے نہیں معلوم کہ آنحضرتؐ اور مختار کے علاوہ کسی نے اس طریقہ پر عمل کیا ہو۔

میدان جنگ کو بھیجتے وقت وہ بالعموم اپنی فوج کے سپہ سالاروں کو عسکری تدبیر اور طرز عمل کے بارے میں ہدایات دیتا تھا، جزیرہ کی پہلی لڑائی میں ابن زیاد کے مقابلہ میں بھیجتے وقت اس نے اپنے سپہ سالار یزید بن انس کو یہ ہدایت کی تھی۔

۱۔ میدان جنگ میں پہنچ کر دشمن سے زیادہ بحث مباحثہ نہ کرنا (اکثر ایسا ہوتا تھا کہ فریقین لڑنے سے پہلے ایک دوسرے کو اپنے مسلک کی حقانیت بتا کر اپنی جانب مائل کرتے یا فوجوں میں بداطمینانی پھیلانے کی کوشش کرتے جیسا کہ جنگ صفین میں لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ کا نعرہ بلند کر کے کی گئی تھی اس طرز عمل سے دشمن کو یزید کی قوت کا اندازہ لگانے اور اپنی قوت کا مظاہرہ کر کے اس کی فوجوں کے حوصلے پست کرنے کا موقع مل جاتا، مختار کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کو اپنی تعداد اور ہتھیاروں سے باخبر کئے بغیر اندھا دھند جارحانہ حملہ کر کے اس کی قوت کارکردگی کو مفلوج کر دیا جائے) اور جارحانہ اقدام کا موقع اپنے ہاتھ میں رکھنا۔

۲۔ دشمن کو کامیابی سے حملہ کرنے کا موقع نہ دینا۔

۳۔ میں فوجی دستے یکے بعد دیگرے مسلسل تمہارے پاس بھیجتا رہوں گا اس سے تمہاری قوت میں اضافہ ہوگا، تمہاری فوج کے حوصلے بڑھیں گے اور تمہارے دشمن کے حوصلے پست ہوں گے۔[2]

ابن زیاد سے جزیرہ کی دوسری مہیب جنگ لڑنے ابراہیم بن اشتر کو بھیجتے وقت اس نے کہا میں تم کو ہدایت کرتا ہوں کہ

---

[1] انساب، ۲۶۰/۵ [2] انساب ۲۳۰/۵

۱۰۔ اپنے ہر ظاہر و مخفی کام میں خدا سے ڈرتے رہنا۔

۲۔ بہت تیز تیز جاؤ تاکہ کوفہ کے حدود سے بہت دور دشمن سے مقابلہ ہو مختار اپنے خانگی محاذ کی سلامتی اور غیر شیعی عناصر کی ممکن بغاوت سے بچنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتا تھا کہ دشمن کا مقابلہ کوفہ سے دور ہو، اس پالیسی کے پیش نظر اس نے بصرہ کی فوجی جماعتوں پر مزار پر مقابلہ کرنے میں پیش قدمی کی تھی اور یہ پسند نہ کیا تھا کہ مصعب کوفہ کے باہر اس سے لڑے۔

۳۔ جب دشمن کے پاس پہنچ جاؤ تو بلا تاخیر اس پر حملہ کر دو، اگر رات کو اس کے پاس پہنچو اور ممکن ہو تو رات ہی میں اس پر شب خون مارو، اگر دن میں مقابلہ ہو تو اس کو رات آنے کی مہلت نہ دو[1]

ان ہدایتوں کا مقصد دشمن کے ہاتھ پیر پھلا دینا اور اس کو بدحواس کر کے اس کی عسکری تنظیم کارکردگی کو درہم برہم کرنا تھا، اس قسم کی طوفانی لڑائی ہمیشہ اس فریق کے لئے مفید ہوتی ہے جس کی تعداد فریق مخالف سے کم ہو جیسا کہ شام کی دونوں مقابلوں میں مختار کی کم تھی اس کا دوسرا فائدہ یہ تھا کہ زیادہ قتل و غارت ہوئے بغیر جنگ کا جلد فیصلہ ہو جاتا تھا یا طوفانی شان سے بڑھنے والا فریق دشمن کو بدحواس کر کے فرار پر مجبور کرتا یا خود کٹ جاتا، اس عسکری طرز عمل میں پہلی قسم کے امکانات زیادہ تھے جیسا کہ جزیرہ کی دونوں جنگوں میں ہوا اور دوسری قسم کی صورت حال جنگ مزار اور جنگ کوفہ میں مختار کے خلاف رونما ہوئی۔

---

[1] طبری ۷/۱۴۰

سلسلۂ تاریخ ملت — نبی عربی صلعم

تاریخ ملت کا حصہ اول جس میں متوسط درجہ کی استعداد کے بچوں کے لئے سیرت سرور کائنات کے تمام اہم واقعات کو تحقیق جامعیت اور اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جدید اڈیشن جس میں اخلاق سرور کائنات کے اہم باب کا اضافہ کیا گیا ہے اور آخر میں ملک کے مشہور شاعر جناب ماہر القادری کا سلام بہ درگاہ خیر الانام بھی شامل کر دیا گیا ہے کورس میں داخل ہونے کے لائق کتاب ہے قیمت ۸/ مجلد ۱۲/ بقیہ حصص خلافت راشدہ ۱۲/ ہے خلافت بنی امیہ ۸/ ہے۔ خلافت ہسپانیہ ۱۲/، خلافت عباسیہ اول ۲/ ہے ۱۲/ دوم، تاریخ مصر، خلافت عثمانیہ ۱۲/ ہے